بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

☆ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ☆

لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الۡمُطَہَّرُوۡنَ 56/79

﴿اس کو غیر اللہ سے پاک ذہنوں کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا﴾

داستانِ آدم قرآن کی روشنی میں

اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً ؕ یقیناً میں الارض میں آدم کو بااختیار بنانیوالا ہوں (38/26,71)

وَ اُوۡحِیَ اِلَیَّ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنُ لِاُنۡذِرَکُمۡ بِہٖ وَ مَنۡۢ بَلَغَ ؕ

اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تا کہ میں اور جس کو یہ پہنچے تمہیں اس قرآن کے ساتھ متنبہ کرے 6/19

ازقلم بنتِ شہید حنا یونس

☆ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ☆

تمہید: آدم کے واقعہ میں انسان کے ماضی، حال ور مستقبل کی سرگزشت تو ہے ہی اس میں انسان کی اپنی شناخت بھی ہے۔ اُس کی پیدائش کے بنیادی عناصر کیا ہیں۔ یہ کائنات کی ظاہرو باطن تمام ملکوتی قوتوں کا مجموعہ ہے۔ اس کے اندر ہی منفی اور مثبت قوتوں کا امتزاج ہے جسے ابلیس اور ملائکہ کا نام دیا گیا ہے۔ اگرانسان آدم کے واقعہ سے اپنی شناخت کرلے تو پھر اُسے آسانی سے معلوم ہوسکتا ہے کہ انسان ان دونوں قوتوں سے اپنی عقل سے درست کام نہیں لے سکتا۔ لہٰذا انسان اپنی سرکش اور فرمانبردار قوت کو اللہ کی وحی کے مطابق استعمال کرے تو معاشرہ امن وسلامتی کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ لہٰذا اللہ نے بڑے خوبصورت انداز میں انسان کو سرکشی اور فرمانبرداری کے اسلحے سے لیس کر کے اُسے طاغوت سے سرکشی اور اپنی فرمانبرداری کرنے کے لئے کتابِ وحی یعنی قرآنِ حکیم نازل فرما دیا ہے۔ آیئے قرآن کی داستانِ آدم میں اپنا تعارف، اپنا ماضی، حال اور مستقبل جاننے کی کوشش کریں۔ کیونکہ قرآن کے ہر واقعہ کا ہماری ہدایت سے تعلق ہے۔

آدم کے لغوی معنی: ا د م سہ حرفی مادہ ہے۔ اَ دَ مَ (ض) سالن لگانا اَدَمَ اَیۡدَامَا بین متخاصمین صلح کرانا، الفت کرنا اور اتفاق پیدا کرنا بھی اس کے معنی ہیں۔ اَ دَ مَ (س) گندم گوں ہونا۔ اَلۡاَدَمُ چمڑے کے اندرونی حصے کو بھی کہا جاتا ہے۔ وَ اَدَ مَۃُ قَوۡمِہٖ فُلَان'' فلاں اپنی قوم کا سردار ہے۔ لہٰذا آدم کے معنی سردار کے بھی ہیں۔ کائنات میں خودمختار سرداری کے مقام پر آدم کو فائز کیا گیا ہے اس لحاظ سے یہ خلیفہ ہے۔

روایتی طور پر آدم کی داستان انجیل سے مستعار لی گئی ہے۔ کچھ ردوبدل کر کے کتبِ روایات میں انجیل سے ملتا جلتا قصہ زینتِ اوراق بنایا گیا ہے۔ جس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ گزرے ہوئے آدم کی کہانی ہے اس کا ہماری زندگیوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ انجیل پیدائش باب 1 نشان نمبر 26 '' پھر خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت پر اپنی شبیہ کی مانند بنائیں'' پھر نشان نمبر 27 میں ہے کہ ''خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا'' اس طرح اس سے ملتا جلتا قصہ اپنی کتابوں میں ہو یا غیر کی کتابوں میں قرآن نے لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ'' (42/11) فرما کر ایسے خودساختہ قصوں کو رد کر دیا ہے۔ لہٰذا قرآن کے ذریعے سے آدم کے واقعے کو سمجھنے کیلئے اس واقعہ سے متعلق تین اہم نقاط کو ذہن نشین کرنا بہت ضروری ہے۔ جب تک یہ اہم نقاط آپ کے ذہن میں واضح نہیں ہوں گے آدم کا قصّہ سمجھنا ناممکن ہے۔ ان نقاط کے سمجھنے سے آدم کا واقعہ سمجھنا انتہائی آسان ہو جاتا ہے۔ یہ نقاط مندرجہ ذیل ہیں۔

نمبر ۱: آدم سے مراد انسان پھر دو قسم کے انسانوں کا واقعہ ہے۔ اچھے اور بُرے انسان۔

نمبر ۲: واقعہ کا انداز تمثیلی اور مکالمہ حالی ہے۔

نمبر ۳: آدم کائناتی ملکوتی قوتوں کا مجموعہ ہے جس میں دو متضاد قوتیں ہیں۔

(ا) ملائکہ جو فرمانبردار قوت ہے۔ (ب) ابلیس یا شیطان جو نافرمان قوت ہے۔

نمبرا: آدم سے مراد انسان۔دو قسم کے انسان۔اچھے اور بُرے انسان

قرآنی نقطہ نظر سے آدم کا مطالعہ کریں تو قرآنی حوالہ جات(REFRENCES) سے یہی ثابت(PROVE) ہوتا ہے کہ آدم سے مراد انسان ہے جس میں نبی اور غیر نبی دونوں شامل ہیں۔لہٰذا آدم، انسان اور بشر قرآنی آیات میں تینوں الفاظ مترادف استعمال ہوئے ہیں۔ملاحظہ فرمایئے۔وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً اور قابلِ ذکر وقت ہے(اے انسان) جب تیرا رب تیرے بارے ملائکہ سے کہتا ہے(5/116) کہ یقیناً میں تجھے الارض میں بااختیار بنانیوالا ہوں۔2/30 وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ اَبٰی وَ اسْتَکْبَرَ وَ کَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ اور یاد کرو جب ہم نے ملائکہ کو حکم دیا کہ انسان کے لیے فرمانبردار بن جاؤ سوائے ابلیس کے سب نے فرمانبرداری کی ہے(38/71)۔اس نے انکار کیا اور تکبر کیا۔بہرحال وہ انکار کرنے والوں میں سے ہے۔2/34 وَلَقَدْ خَلَقْنٰکُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰکُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ لَمْ یَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ یقیناً ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر ہم نے تمہیں اشیاء کے بارے علمی تصوّر دیا۔پھر ہم نے ملائکہ سے کہا انسان کی فرماں برداری کرو۔پس سب فرماں بردار ہوگئے مگر ابلیس نے انکار کر دیا۔وہ فرماں برداروں میں سے نہ تھا۔7/11 وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ اور یقیناً ہم نے انسان کو گلے سڑے گارے سے جو سوکھ کر کھنکھنا تا ہے(38/71) اُس سے پیدا کیا ہے۔15/26 وَ اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ خَالِقٌ م بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ اور یاد کر اے انسان جب تیرے رب نے ملائکہ سے کہا کہ میں گلے سڑے گارے کی کھنکھناتی مٹی سے ایک بشر پیدا کرنیوالا ہوں۔28 فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ پس جب میں نے اُسے مکمل بنا دیا تو میں نے کائنات میں اُس کے بارے اپنا حکم جاری کر دیا(32/9)۔پس اِس کیلئے فرماں بردار بن جاؤ۔(29) پس سب کائناتی قوتیں فرماں بردار ہوگئیں۔15/30 اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ خَالِقٌ م بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَ نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ جب تیرے رب نے ملائکہ سے کہا۔یقیناً میں چپکتے گارے(37/11,23/12,7/12,15/26) سے ایک بشر کو پیدا کرنے والا ہوں(2/30)۔71 پس جب میں اُسے مکمل کر دوں اور اُس کے بارے اپنا حکم جاری کروں(32/9)۔پھر تم اُس کے لئے فرماں بردار بن جاؤ۔38/72 الَّذِیْٓ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَہٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ جس نے ہر شے کو اُسکی تخلیق میں بہترین بنایا ہے اور اُس نے انسان کی تخلیق کی ابتدا گارے سے کی تھی۔32/7

مذکورہ بالا آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ آدم،انسان اور بشر مترادف الفاظ ہیں۔قرآن میں 15/26 تا 15/33 آیات میں بشر اور انسان کو پیدا کیا اور پھر ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ بشر اور انسان کو سجدہ کریں۔2/34 اور 7/11 آیات میں اللہ تعالیٰ آدم کیلئے ملائکہ کو سجدہ کا حکم دے رہے ہیں۔گویا ثابت ہوا کہ انسان اور بشر ہی کو اللہ آدم کہتے ہیں۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً اور قابلِ ذکر وقت ہے(اے انسان) جب تیرا رب تیرے بارے ملائکہ سے کہتا ہے(5/116) کہ یقیناً میں تجھے الارض میں بااختیار بنانے والا ہوں۔2/30

رَبُّکَ میں ضمیرِ 'ک'، مخاطب کی ضمیر ہے۔ انتہائی قابلِ غور نقطہ ہے کہ جب تیرا رب تیرے بارے ملائکہ سے کہتا ہے۔ معلوم ہوتا کہ ہر انسان کو مخاطب کیا جا رہا ہے۔ اس میں نبی اور غیر نبی ہر انسان شامل ہے۔ یہ آدم کسی نبی کا واقعہ نہیں ہے جس کے بارے یہ داستان بنائی گئی ہے کہ اللہ نے آسمان پر اُسے مٹی سے اپنے ہاتھوں سے بنا کر پھر اُس میں اپنی روح پھونک دی تھی۔ پھر اُس کی پسلی سے امّاں حوّا پیدا کی۔ پھر شیطان نے بہکایا اور آدم اور اُس کی بیوی نے اُس درخت کا پھل کھا لیا جس سے منع کیا گیا تھا۔ پھر اللہ نے آدم اور اُس کی بیوی کو آسمانی جنت سے زمین پر پھینک دیا۔ یہ قرآن کی آیات کا درست ترجمہ نہ کرنے کی وجہ سے اُمتِ مسلمہ میں مغالطہ پیدا ہوا۔ اس مغالطے میں آدم کے بارے انجیل کے تصور کا بہت زیادہ دخل ہے۔ جس کا حوالہ صفحہ نمبر 5 میں دے چکے ہیں۔ اب قرآن کی آیات ملاحظہ فرمائیے جس کے ترجمے سے غلط فہمی پیدا ہوئی ہے۔ اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ﴿۷۱﴾ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَةُ کُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ اِسْتَکْبَرَ وَ کَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَکَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ؕ اَسْتَکْبَرْتَ اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ ﴿۷۵﴾ جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے انسان بنانیوالا ہوں 71 جب اس کو درست کرلوں اور اُس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کیلئے سجدے میں گر پڑنا 72 تو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا 73 مگر شیطان اکڑ بیٹھا اور کافروں میں ہوگیا۔ 74 اللہ نے فرمایا، اے ابلیس! جس شخص کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اُس کے آگے سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے منع کیا۔ کیا تُو غرور میں آگیا یا اونچے درجے والوں میں تھا؟ 38/75 ترجمہ فتح محمد خان صاحب جالندھری مذکورہ آیت نمبر 71 تا 75 کے ترجمے سے تو انجیل کے موقف کی عکاسی ہوتی ہے۔ اللہ نے مٹی کا انسان اپنے ہاتھوں سے بنا کر اُس میں اپنی روح پھونک دی گویا کہ انسان اللہ کی روح ہی کا کچھ حصہ ہے۔ اسی قسم کی اور بھی آیات ہیں۔ جن کے غلط ترجمے کی وجہ سے غلط فہمی پیدا ہوئی اور پھر آدم کے قصّے میں مٹی کا پتلا بنانے کا تصور اور اُس میں اللہ کا اپنی روح ڈالنے کا تصور، انجیل کی کہانی کو تقویت دینے کا باعث بنا اور قرآن کی دوسری آیات سے تضاد کا باعث بھی بنا۔ اب ان آیات کا دوسرا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے جس سے قرآنی آیات کی تصریف ہوتی ہے اور تضاد کا بھی خدشہ نہیں رہتا۔

''جب تیرے رب نے ملائکہ سے کہا۔ یقیناً میں چپکتے گارے (37/11,23/12,7/12,15/26) سے ایک بشر کو پیدا کرنے والا ہوں (2/30)۔ 71 پس جب میں اُسے مکمل کر دوں اور اُس کے بارے اپنا حکم جاری کروں (32/9)۔ پھر تم اُس کیلئے فرماں بردار بن جاؤ۔ 72 ملائکہ اس حال میں ہیں کہ وہ سب فرماں بردار ہیں۔ 73 مگر ابلیس ایسا نہیں۔ پس اُس نے تکبر کیا اور وہ انکار کرنے والوں میں سے ہے۔ 74 فرمایا اے ابلیس! تجھے اُس کی فرماں برداری سے کس نے روکا ہے جسے میں نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے۔ تو نے تکبر کیا ہے یا تُو بڑا اعالی مرتبت ہوگیا ہے۔ 75'' 2/30 اور 38/71 آیات میں کاف کی ضمیرِ مخاطب ہر انسان سے مخاطب ہے۔ یہ کسی ایک آدم کا واقعہ نہیں ہے۔ جس کا

آسمان پر پتلا اللہ نے اپنے ہاتھ سے بنایا پھر اُس میں اپنی روح پھونکی تھی۔پھر حکم کی خلاف ورزی پراُسے زمین میں اُتارا ۔کاف کی ضمیرِ مخاطب کی وجہ سے ہرانسان سے بات ہو رہی ہے۔جس کوآسمان پر نہیں بلکہ زمین سے چپکتے گارے سے پیدا کیا گیا یہ اس کی پہلی پیدائش ہے جس کو اللہ نے 71/17,18 آیت میں یوں بیان کیا ہے۔وَاللّٰهُ اَنۡۢبَتَكُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ نَبَاتًا ۙ۝ ثُمَّ يُعِيۡدُكُمۡ فِيۡهَا وَيُخۡرِجُكُمۡ اِخۡرَاجًا اوراللہ نے آغاز میں تمہیں زمین سے نباتات کی طرح اُگایا ہے(15/19) جس طرح اُگانے کا حق تھا۔17 پھرتم کواسی زمین میں واپس لوٹائے گا اور پھر تمہیں نکال کھڑا کرے گا جیسا کہ نکالنے کا حق ہوتا ہے (2/28)۔71/18

قرآن سےمعلوم ہوا کہ اللہ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے انسان کی ابتدا زمین سے نباتات کی طرح اُگا کرکی ہے اور زمین ہی میں اُس کا ایک مدت تک مستقر اورمتاعِ زیست ہے۔زمین میں دفن ہو گا اور قیامت کے دن دوبارہ زمین سےہی حساب کتاب کیلئے نکالا جائے گا۔71/17,18 آیات کی رو سےروایت اورانجیل کی بنائی ہوئی داستانِ آدم کا قرآن سےکوئی تعلق نہیں ہے۔ابتدائی طور پر اللہ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ہرذی حیات کے جوڑوں کو زمین ہی سے اُگایا ہے۔فرمایا وَاَنۡۢبَتۡنَا فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ شَىۡءٍ مَّوۡزُوۡنٍ ۝ اورہم نے اس میں ہرشے موزوں اُگائی ہے۔15/19

اللہ نے ہرشے کے ابتدا زمین ہی سے کی اوراپنی قدرتِ کاملہ سے بہت سے جوڑے زمین سےنباتات کی طرح اُگائے ۔یہ مرد اور عورت یعنی انسان کی مٹی سےتخلیق کی تھی اب انسان کے بارے تولیدی قانون ہے جس کا قرآن میں باقاعدہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے ۔

وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ طِيۡنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلۡنٰهُ نُطۡفَةً فِىۡ قَرَارٍ مَّكِيۡنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَةَ مُضۡغَةً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰهُ خَلۡقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ ؕ۝ ثُمَّ اِنَّكُمۡ بَعۡدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوۡنَ ؕ۝ ثُمَّ اِنَّكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ تُبۡعَثُوۡنَ ۝ وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا فَوۡقَكُمۡ سَبۡعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الۡخَلۡقِ غٰفِلِيۡنَ ۝ اوریقیناً ہم نے انسان کومٹی کے خلاصہ (نوعِ واحدہ۔ایک ہی بیج) یعنی جوہرارض سے پیدا کیا ہے۔12 پھرہم نے ہی اِسے ایک ٹھہرنے والی جگہ میں النُّطۡفَةَ بنادیا۔13 پھرہم نے اس النُّطۡفَةَ کو جما ہوا خون کا لوتھڑا بنادیا۔پھرہم نے اس الۡعَلَقَةَ کوگوشت کی بوٹی بنادیا پھرہم نے الۡمُضۡغَةَ کو ہڈیاں بنایا اور پھرہم نے ہڈیوں پرگوشت چڑھایا پھرہم نے اِسے آخرانسانی شکل میں پیدا کیا۔پس حسین ترین تخلیق کرنے والی بابرکت اللہ کی ذات ہے ۔14 پھر بے شک تم پیدائش کے بعد یقیناً مرنے والے ہو۔15 پھر یقیناً تم سب قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔16 اور یقیناً ہم نے تمہیں سات مراحل سے گزار کر پیدا کیا۔اورہم اس پیدائش کے بارے بےخبرنہیں ۔23/17

(1) سُلٰلَةٍ مِّنۡ طِيۡنٍ (2) النُّطۡفَةَ (3) الۡعَلَقَةَ (4) الۡمُضۡغَةَ (5) عِظٰمًا (6) فَكَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا (7) خَلۡقًا اٰخَر اور پھراللہ نے 7/11 آیت میں فرمایا وَلَقَدۡ خَلَقۡنٰكُمۡ ثُمَّ صَوَّرۡنٰكُمۡ ثُمَّ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَ ؕ لَمۡ يَكُنۡ مِّنَ السّٰجِدِيۡنَ ۝ یقیناً ہم نے

تمہیں سات مراحل سے گزار کر پیدا کیا۔اور ہم اس پیدائش کے بارے بے خبر نہیں۔ 23/17

(1) سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ (2) النُّطْفَةَ (3) الْعَلَقَةَ (4) الْمُضْغَةَ (5) عِظٰمًا (6) فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا (7) خَلْقًا اٰخَر اور پھر اللہ نے 7/11 آیت میں فرمایا وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ یقیناً ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر ہم نے تمہیں اشیاء کے بارے علمی تصوّر دیا۔ پھر ہم نے ملائکہ سے کہا انسان کی فرماں برداری کرو۔ پس سب فرماں بردار ہو گئے مگر ابلیس نے انکار کر دیا۔ وہ فرماں برداروں میں سے نہ تھا۔ 7/11

7/11 آیت میں خَلَقْنٰكُمْ ، صَوَّرْنٰكُمْ میں كُمْ کی ضمیرِ مخاطب موجودہ لوگوں کے لئے استعمال کر کے ہمارے لئے آدم کے بارے سمجھنا آسان کر دیا کہ كُمْ کی ضمیرِ مخاطب تمام انسانوں کے لئے ہے جو موجودہ لوگ یعنی ہم سے اللہ مخاطب ہیں۔ایک آدم کی بات ہوتی تو ضمیر واحد کی ہوتی۔ پھر جَاعِلٌ'' فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۭ 2/30 اِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا 38/71,15/28 جَاعِلٌ'' اور خَالِقٌ'' فاعلِ استمرار ہے۔ ماضی میں انسان پیدا کئے تھے ،اب بھی پیدا کر رہا ہے اور آئندہ بھی پیدا کرے گا۔ یہ ایسا فعل ہے جو ماضی ،حال اور مستقبل میں جاری وساری ہے۔

جَاعِلٌ'' فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً: اللہ نے انسان کیلئے خَلِيْفَةً کا کلمہ منتخب کیا ہے۔سہ حرفی مادہ خ،ل،ف ہے۔جس کے عام معنی جانشین ہونا، پیچھے رہنا، بعد میں آنا اور خلاف کرنا کے ہیں۔قرآن نے 38/26 آیت میں داؤد سلام'' علیہ کیلئے خَلِيْفَةً کا کلمہ استعمال کیا ہے۔يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ اے داوٗد! یقیناً ہم نے تجھے اس ملک میں بادشاہ (با اختیار) بنایا ہے۔پس تو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دے۔38/26 اور 35/39 آیت میں سب انسانوں کیلئے ضمیرِ كُمْ کے ساتھ استعمال کیا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْض وہی تو ہے جس نے تمہیں ارض میں با اختیار بنایا ہے۔ 35/39

مذکورہ 38/26 اور 35/39 دو آیات کی تصریف سے، پہلے انسان سے لے کر آخری انسان تک با اختیار ہونے کی دلیل ملتی ہے۔ قصّہ آدم میں ثابت ہے کہ کائنات میں صرف انسان ہی با اختیار ہے اور باقی کائنات میں سارا ملکوتی نظام اللہ نے انسان کے ماتحت کر دیا ہے۔اب انسان کی ذمہ داری ہے کہ اس ملکوتی نظام میں کسی بھی مخلوق سے نہ ڈرے اور نہ اُس کے ماتحت ہو اور نہ اُس کی پرستش کرے۔جیسا کہ انسان سورج، چاند، آگ، پانی ،گھوڑا، گائے اور سانپ وغیرہ تک کی پرستش میں مبتلا ہے۔ انسان کو صرف اللہ کی غلامی کرنے کا حکم ہے۔اس کی ذمہ داری ہے کہ خود اور اپنے ماتحت سارے ملکوتی نظام کو اللہ کی حکمرانی قائم کرنے میں صرف کر دے۔اس لئے قصّہ آدم کے آخر میں اللہ کی یہی ہدایت ہے کہ جب تمہارے پاس میری ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی اتباع کرے گا اُس پر کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔ہدایت کا انکار کرنیوالے خسارے میں جائیں گے۔معلوم ہوا کہ یہ کسی خاص آدم کی داستان نہیں ہے بلکہ ہر انسان کے ماضی،

حال اور مستقبل کی نشان دہی اور سرگزشت ہے۔اِنَّ مَثَلَ عِيسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ یقیناً عیسیٰ کی پیدائش اللہ کے نزدیک انسان کی پیدائش کی طرح ہے۔ وہ اُس کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کرتا ہے(40/67,23/12,35/11) پھر اُس کیلئے کن کہہ کر قانونی تقاضا پیدا کرتا ہے پھر انسان پیدا ہوتا ہے۔3/59 آیتِ مذکورہ میں عیسیٰ سلام' علیہ عام آدمی کی طرح پیدا ہوئے ہیں۔اگر عیسیٰ سلام' علیہ کی پیدائش روایتی اور انجیلی آدم کی طرح مان لی جائے جو ماں اور باپ کے بغیر ہے تو اللہ کی پیش کردہ مثال درست نہیں کیونکہ عیسیٰ سلام'' علیہ کی ماں ہے۔ اس ادھوری مثال سے اللہ کے علم میں نقص پیدا ہوتا ہے۔اللہ کے کلام میں نقص،کجی اور عیب نہیں۔قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِىْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ یہ ایک واضح قرآن ہے۔جو کجی والا نہیں ہے تاکہ وہ اللہ کی نافرمانی سے بچیں۔39/28 لہٰذا انسان کی اپنی سوچ،سمجھ اور فہم میں نقص ہے۔According to Quraan انسان کو اپنی فہم درست کرنے کی ضرورت ہے۔ قرآن کے مطابق عیسیٰ کی مثال عام آدمی کی طرح ہے۔یہ اللہ کا علمی بیان ہے کہ اُس کی پیدائش ،زندگی اور موت سب عام انسانوں کی طرح ہے۔سورہ مریم میں عیسیٰ سلام' علیہ فرماتے ہیں وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ اور سلامتی ہے مجھ پر جس دن میں تولید کیا گیا۔19/33 لہٰذا 3/59 آیت میں بھی آدم نکرہ ہے عام انسان کی بات ہے۔عیسیٰ سلام'' علیہ عام انسان کی طرح ماں باپ سے تولید ہوئے ۔ نبوت ملی ،تبلیغ کی اور باقاعدہ حکومت کی اور فوت ہو گئے ۔پھر یہ دوقسم کے آدموں کا قصہ ہے۔پہلا آدم جس کو بذریعہ وحی حکم ہوا وَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ص وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ اور ہم نے بذریعہ وحی کہہ دیا اے انسان! تو اور تیری جماعت جنت ارضی میں رہو اور کھاؤ اس میں سیر ہو کر جیسا کہ تم اپنی حیثیت کے مطابق مشیت بناتے ہو اور شجرِ ممنوعہ (منکرات) کے قریب نہ جانا جس سے روکا گیا ہے(3/104,110) ورنہ تم ظالموں میں سے ہوجاؤ گے۔ 2/35 یہاں آدم سے مراد نبی اور زوج سے مراد اُس کی جماعت ہے۔یہ ایک اچھے معاشرے کی بات ہے۔یہ معاشرہ جب گمراہی کا شکار ہوتا ہے تو یہ بعد والی نسل ہوتی ہے جو انبیاء اور اُن کے اصحاب کی تعلیمِ وحی کو چھوڑ دیتے ہیں اور خواہش کی اتباع کرتے ہیں جن کا ذکر آیت نمبر 36 میں ہے۔ملاحظہ فرمائیے۔

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ص وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ج وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ سو خواہش(7/176) نے اِن کو اُس سے پھسلایا پس ان کو جنّتی کیفیت سے نکال دیا جس میں وہ تھے اور ہم نے بذریعہ وحی کہہ دیا کہ تم جنتی حالت سے نکل جاؤ۔تمہارے بعض بعض کے دشمن ہیں اور تمہارے لیے اس ارض میں ٹھہرنا اور فائدہ اٹھانا ایک مدت تک کیلئے ہے۔2/36 یہاں نبی اور اُس کے اصحاب کے بعد نا اہل اور نا خلف جانشین ہیں۔پھر 2/37 آیت میں نا اہل اور نا خلف جانشینوں میں سے انسان اپنے رب سے احکامِ وحی سیکھ لیتا ہے۔پھر معاشرے میں وحی کے احکام کا نفاذ ہوتا ہے۔اس طرح انسانی معاشرہ بنتا اور بگڑتا رہا ہے۔

لہٰذا قرآن میں اچھے اور بُرے دوقسم کے انسانوں کا ذکر ہے۔اللہ نے تمثیلی انداز اور مکالمہ حالی کے ذریعے انسان کے اندرونی اور بیرونی ملائکہ کا تذکرہ کرکے اُسے اپنے آپ کو سمجھنے اوراُسے مثبت(positive) اورمنفی(negative) قوتوں کے بارے آگاہی دی گئی ہے۔آدم کے قصے میں انسانی تاریخ دوہرائی گئی ہے۔ اچھے اور بُرے انسانوں کا حال بتایا گیاہے۔ قصہ آدم میں آخری بیان یہ ہوتا ہے۔ **فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلاَ خَوْف'' عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْن** جب بھی تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے سوجو میری ہدایت کی اتباع کرے گا پھر نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ 2/38

نمبر۲: واقعہ کاانداز تمثیلی اور مکالمہ حالی ہے۔

ا: تمثیلی انداز: تمثیلی انداز سے مراد بات کو مثال کے ذریعے سمجھانا یا مثال سے اُن کا حال بتانا مقصد ہے۔

یہ تمثیل بھی دوقسم کی ہوتی ہے۔(ا) غیر حقیقی تمثیل (۲) حقیقی تمثیل

(ا) غیرحقیقی تمثیل: بچپن سے ہم ایک کہانی پڑھتے آرہے ہیں جس کا عنوان ہے''غرور کا سرنیچا''اس میں کچھوے اور خرگوش کو بطورِ غیرحقیقی تمثیل پیش کیا گیاہے۔کیونکہ کچھوے اور خرگوش میں نہ کبھی دوستی ہوئی اور نہ اُن کے درمیان کبھی دوڑ(race) کامقابلہ ہوا۔اس کہانی سے ایک سبق دیاجاتاہے کہ غرور کاسرنیچا ہوتا ہے۔

(۲) حقیقی تمثیل: آدم کا واقعہ حقیقی تمثیل ہے۔اس میں انسان کا ماضی،حال اور مستقبل بطورِ تمثیل پیش کیا گیا ہے۔آدم جس کو بذریعہ وحی حکم ہوا یہ نبی اور اُس کی جماعت ہے۔ **وَقُلْنَا یٰۤاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّةَ وَکُلاَ مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَاص وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَکُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْن** اورہم نے بذریعہ وحی کہہ دیا اے انسان! تو اور تیری جماعت جنتِ ارضی میں رہو اور کھاؤ اس میں سیر ہوکر جیسا کہ تم اپنی حیثیت کے مطابق مشیت بناتے ہو اور شجرِ ممنوعہ(منکرات) کے قریب نہ جانا جس سے روکا گیاہے(3/104,110) ورنہ تم ظالموں میں سے ہوجاؤ گے۔ 2/35 **عَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی** انسان نے اپنے رب کی نافرمانی کی پس وہ گمراہ ہوگیا۔20/121 یہ نافرمان آدم اپنی دنیا و آخرت تباہ کر بیٹھا اس میں سبق دیا جا رہا ہے کہ اب انسان کو اللہ کا نافرمان نہیں ہونا چاہیے **ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَیْهِ وَ هَدٰی** پھراس کے رب نے اس کو چنا پھراس پر مہربانی کی اور ہدایت دی۔20/122 یہ فرمانبردار آدم اللہ کے ہاں نجات پا گیا ۔یہ انسان کے لئے نمونہ ہے اس آدم کی اتباع کرنے کا حکم ہے۔

مذکورہ بالاآیات سے معلوم ہوتاہے کہ آدم کی سرگزشت، تمثیلی انداز میں،اُس کے ماضی،حال اور مستقبل کا حال ہے۔یہ ایک حقیقت ہے انسان کی طرف باربار وحی ہوئی اور انسان ہی نے باربار وحی کی نافرمانی کی۔ یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ تمثیل میں دوقسم کے آدم ہیں

(ا) وحی کا فرمانبردار آدم (۲) وحی کا نا فرمان آدم

''فرمانبردار آدم جس کواللہ نے بذریعہ وحی حکم دیا کہ وہ اپنی جماعت نوعِ انسانی کے ساتھ امن و سکون سے سیر ہوکر کھائے اور شجرِ ممنوعہ یعنی منکرات کے قریب نہ جائے جس سے منع کیا گیا ہے۔'' ''دوسرا نافرمان آدم جس نے اللہ کی وحی کی نافرمانی کی۔شجرِ ممنوعہ یعنی منکرات کے قریب چلا گیا بھٹک گیا ،گمراہ ہو گیا'' ''پھرآدم(انسان) نے اپنے رب سے ازسر نو ضابطہ وحی سیکھا اللہ نے اُس پر مہربانی کی ۔پھر اُس کو ہدایت دی۔پھر یہی حکم دیا کہ منکرات کے قریب نہ جانا اور میری ہدایت کی پیروی کرنا''

یہی تاریخ باربار دوہرائی جارہی ہے۔کتنی دفعہ وحی نازل ہوئی اور انسان بار بار وحی سے بھٹک جاتا ہے۔قصہ آدم میں روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس میں انسان کے ماضی، حال اور مستقبل کی سرگزشت ہے۔آج بھی قرآن میں انسان کیلئے یہی حکم ہے کہ منکرات کے قریب مت جاؤ۔ **وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ 6/151 وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ 6/152 وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً 17/32** جن کاموں سے منع کردیاہے یہی منکرات ہیں اسی شجرہ کے قریب جانے سے منع کیاہے کہ اس کے قریب نہ جاؤ۔یہی وہ شجرِ ممنوعہ جس کے بارے قصہ آدم میں حکم دیاہے کہ **وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ.2/35** آج بھی نافرمان آدم موجود ہے جو اللہ کی کتاب کی نا فرمانی کر رہا ہے۔مذکورہ بالا تفصیل جاننے کے بعد قرآن میں قصہ آدم کی حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ تمثیلِ آدم ایک نہیں دوقسم کے آدموں کا ذکرہے۔وحی کا فرمانبردار آدم جس کو اللہ نے باربار پیغام رسانی کے لئے چنا **(ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَ هَدٰى ۔20/122)اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ** یقیناً اللہ نے پیغام رسانی کے لئے انسان کوچن لیا یعنی نوح اورآلِ ابراھیم اورآلِ عمران کودوسرے لوگوں پر چُنا تھا۔3/33

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ.. 3/33 : بے شک اللہ نے پیغام رسانی کے لئے انسان کو منتخب کرلیا۔یہاں ادم سے مراد انسان ہے۔یہ آدم کوئی نبی نہیں ہے۔یہ اسی آدم کی بات ہے جسے کائنات میں ارادہ اوراختیاروالی مخلوق بنایا تھا۔آدم میں سے جن کو نبی بنایا ہے آگے اُس کی تفصیل ہے۔وہ نوح ،آلِ ابراہیم اورآلِ عمران میں سے ہیں۔پورے قرآن میں آدم نکرہ ہےاوراسم جنس ہے۔نوعِ آدم کی بات ہورہی ہے۔قرآن میں کسی نبی کا نام آدم نہیں ہے جس نے کسی بستی میں دعوت وتبلیغ کا کام کیا ہو۔بلکہ ارشادِ ربّانی ہے **ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ** آدم کے بارے جب نوعِ انسان کا تصور ہوگا۔تو نبوت میں اجارہ داری ختم ہوگی پھرنوع آدم کے خاندان کا تصور قائم ہوگا۔پھر یہ درست ہوگا کہ یہ سب ایک دوسرے کی اولاد میں سے تھے۔اورلیڈر ہمیشہ نسلِ انسان میں سے ہوتا ہے۔لہٰذا جوبھی اللہ کی وحی سے وابستہ ہوگا اُسے امامت کے منصب پر فائز کیا جائے گا۔اس منصب پر کسی قوم اورقبیلہ کی اجارہ داری نہیں ہے۔آدم، انسان اور بشرمترادف ہیں۔2/34 میں آدم اور 15/29 میں انسان اور بشر کے لئے سجدہ ہے۔لہٰذا یہ مترادف الفاظ ہیں۔دوسرا نا فرمان آدم ہے۔جس کا ذکر 20/21 آیت میں ہے۔ **عَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى** انسان نے اپنے رب کی نافرمانی کی پس وہ گمراہ ہوگیا۔20/121 یہ نافرمان آدم

انبیاءاور اُن کے اصحاب کے بعدآنے والے نااہل جانشین تھے جنہوں نے اللہ سے کیا ہوا عہد توڑ دیا اور اللہ کی نافرمانی کی اور گمراہ ہو گیا۔وَلَقَدۡ عَهِدۡنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنۡ قَبۡلُ فَنَسِىَ وَلَمۡ نَجِدۡ لَهٗ عَزۡمًا اوریقیناً ہم نے اس قرآن سے پہلے بھی انسان سے عہد لیا تھا پس وہ بھول گیا اور ہم نے اس انسان کو کوئی عزم والا نہیں پایا۔20/115 یہ عہد 36/60 میں ذکر کیا گیا ہے۔اَلَمۡ اَعۡهَدۡ اِلَيۡكُمۡ يٰبَنِىۡۤ اٰدَمَ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا الشَّيۡطٰنَۚ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ اے اولادِ انسان! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا۔کہ خواہش (شیطان 7/176) کی غلامی اختیار نہ کرنا۔یقیناً وہ تمہارے لئے کھلی دشمن ہے۔36/60 اور آدم کے قصے میں بھی ہم بار بار پڑھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔فَقُلۡنَا يٰۤاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوۡجِكَ فَلَا يُخۡرِجَنَّكُمَا مِنَ الۡجَنَّةِ فَتَشۡقٰى ۝۱۱۷ پس ہم نے کہا بذریعہ وحی۔اے انسان بےشک یہ تیرا دشمن ہے اور تیری جماعت کے لئے بھی پس تم کو وہ جنتی کیفیت سے نکال دے گا پھر تو شقی بدبخت ہو جائے گا۔20/117

اب اگر ہم 20/115,121 آیات میں عام انسان کرنے کی بجائے آدم سے نبی مراد لے لیں جو اللہ کے عہد کو بھول گیا اُس نے نافرمانی کی اور گمراہ ہوگیا۔یہ قرآن میں ایک واضح تضاد ہوگا کیونکہ کوئی نبی سلام‘ علیہ نہ عہد بھولا ،نہ نافرمانی کی اور نہ ہی وہ گمراہ ہوا۔ہمیں تو آغازِ قرآن میں اِن کے راستے پر چلنے کی دعا کا حکم ہے۔اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۝۵ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ ۝ ہمیں سیدھے راستے پر چلائے رکھ o اُن لوگوں کے راستے پر جن پر تیری وحی کا انعام ہوا o (19/58) نہ ان پر غضب کیا گیا اور نہ وہ گمراہ تھے 1/7 انبیاء اللہ کی طرف سے نازل کردہ وحی آنے کے بعد کبھی گمراہ نہیں ہوتے۔لہٰذا جو آدم گمراہ ہوگیا ہے یہ نبی نہیں غیر نبی ہے۔

مذکورہ بالا شہادتِ قرآنی سے ثابت ہوتا ہے کہ قصہ آدم میں فرمانبردار اور نافرمان دوقسم کے انسانوں کا تمثیلی واقعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نوح سلام‘ علیہ کی طرف وحی کی (4/163) نوح سلام‘ علیہ اور اُس کے ساتھیوں نے وحی کے مطابق زندگی گزاری لیکن نوح سلام‘ علیہ کے بعدآنے والوں نے وحی کو بدلا اور گمراہ ہوگئے۔پھر اللہ نے ھود سلام‘ علیہ کی طرف وحی کی ۔ھود سلام‘ علیہ اور اُس کے ساتھیوں نے اللہ کے حکم کی فرمانبرداری کی اور اللہ نے اُن کو عذاب سے نجات دی۔اس طرح صالح ،شعیب ،ابرہیم ،اسماعیل ،اسحاق ،یعقوب ،یوسف ، موسیٰ اور عیسیٰ سلام‘ علیہم کو ہدایت کے لئے چنا۔بار بار انسان کی ہدایت کے لئے انسان پر وحی آئی اور بار بار انسان ہی نے وحی کو بدلا اور اللہ کے احکام کی نافرمانی کی اور گمراہ ہوگیا۔آج بھی انسان اللہ کی وحی کو بدلنے کی کوشش میں مصروف ہے اور قرآن کی نافرمانی کر رہا ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل جاننے کے بعد یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ آدم کا قصّہ ایک حقیقی تمثیل ہے اور اس میں انسان کی سر گزشت ،اُس کا ماضی ،حال اور مستقبل ہے۔اس میں نافرمان اور فرمانبردار دو قسم کے آدموں کا ذکر ہے۔لہٰذا قصّہ آدم میں انسان کو پہچان کروائی جا رہی ہے ۔تُو کیا ہے؟ کس میٹریل سے بنا ہے؟ تُو نے

اپنی منفی اور مثبت قوت کا استعمال کہاں کرنا ہے؟اب انسان نے خود قرآن کے ذریعے یہ سب جاننا ہے کہ اُس نے کس طرح ایک فرمانبردار انسان بن کر انبیاء کا ساتھی اور اُن کی جماعت میں شامل ہونا ہے۔

مکالمہ حالی: مکالمہ حالی سے مراد کسی کا حال ہی اُس کی زبان بن جائے اور اُس کے بولے بغیر ہی ہم پر عیاں ہو کہ وہ ہمارے سوال کا جواب یہ دے گا۔جیسا کہ کچھوے اور خرگوش کا مکالمہ مصنف نے بزبان حال کہانی میں پیش کیا ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کا تمثیلی انداز میں آدم،ابلیس اور ملائکہ سے مکالمہ حالی ہے۔اللہ ملائکہ، ابلیس اور آدم کا حالی بیان ظاہر کرر ہے ہیں کہ اگر اُن سے پوچھا جاتا تو وہ یہ جواب دیتے جیسا کہ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 30 میں ہے۔ **وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةًؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِکُ الدِّمَآءَ** اور قابلِ ذکر وقت ہے (اے انسان) جب تیرا رب تیرے بارے ملائکہ سے کہتا ہے کہ یقیناً میں تجھے الارض میں بااختیار بنانیوالا ہوں وہ تیرے بارے بزبانِ حال کہتے ہیں آپ اس میں اُسے بااختیار بناتے ہیں جو اس میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا۔

آیت سے تو ایسا ہی معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ ملائکہ سے پوچھ رہے ہیں اور ملائکہ اللہ کو مشورہ دے رہے ہیں یا وہ انسان کو خلیفہ بنانے پر معترض ہیں۔ملائکہ اللہ کو نہ تو مشورہ دے سکتے ہیں اور نہ وہ اللہ کے کام پر اعتراض کر سکتے ہیں۔کیونکہ اُن کو ایسا کرنے کا حق ہی حاصل نہیں۔سورۃ النحل آیت نمبر 50 ملاحظہ فرمائیے۔**وَ لِلّٰهِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّ الْمَلٰٓئِکَةُ وَ هُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ۝ یَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ** جو سمٰوات میں اور جو ارض میں حرکت کرنے والی شے اور ملائکہ سب اللہ ہی کی فرماں برداری کرتے ہیں۔یہ حقیقت ہے کہ وہ اللہ کا حکم ماننے میں تکبر نہیں کرتے۔49 وہ اپنے اوپر بالا دست قوت اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور وہ وہی کرتے ہیں جو اُنہیں حکم دیا جاتا ہے۔16/50

اللہ نے آیتِ مقدسہ میں ملائکہ کا حال بتایا ہے کہ اُنہیں جو حکم دیا جاتا ہے وہ وہی کام کرتے ہیں۔وہ اپنی رائے دینے کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔بہرحال یہ واقعہ تمثیلی اور مکالمہ حالی ہے۔اس میں ضمیرِ کاف کا مخاطب ہر انسان ہے۔ اب بھی انسان کی پیدائش پر اللہ کا ملائکہ اور انسان سے یہی مکالمہ ہوتا ہے۔اس نقطہ (point) کے حوالے سے میں آپ کو مزید اشارہ (hint) دینا چاہتی ہوں۔قرآن کا اسلوب اور اندازِ بیان وہی ہے جو انسانی روز مرّہ کی بول چال اور اندازِ گفتگو ہے۔

آیت ملاظہ فرمائیے۔**فَوَ رَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّکُمْ تَنْطِقُوْنَ ۝** پس آسمان وزمین کے رب کی شہادت ہے۔یقیناً یہ قرآن حق ہے اسی طرح جیسے تم خود باتیں کرتے ہو۔51/23 ہماری روز مرّہ کی گفتگو میں حالی مکالمہ کی مثالیں موجود ہیں مثلاً پہاڑ اور گلہری کا مکالمہ، بلبل اور جگنو کا مکالمہ یہ حالی مکالمہ ہماری روز مرّہ گفتگو کا حصّہ ہے۔مزید حقیقت ومجاز ،استعارہ ،تشبیہات ،محاورہ اور ضرب المثل بھی ہماری گفتگو میں موجود ہے۔اسی طرح قرآنِ پاک مذکورہ روز مرّہ کے انسانی طرزِ تکلم سے لبریز ہے۔لہٰذا 51/23 آیت کی رو سے لازم ہے کہ جس طرح ہم روز مرّہ کی

مستعمل گفتگو میں اپنی متشبہات میں غلطی نہیں کھاتے۔حقیقت کو حقیقت،مجاز کو مجاز ،تشبیہات کو تشبیہات اوراستعارے کو استعارہ ہی سمجھتے ہیں اس طرح قرآنی اسلوب اوراندازِتحریر میں بھی حقیقت ومجاز، محاورہ اوراستعارہ اپنے اپنے مقام پر رکھنا چاہیے۔افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ قرآن کے معاملے میں ایسا نہیں کیا جاتا جس کی وجہ سے قرآن فہمی میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ آدم کے واقعہ میں اللہ کا اندازِ تکلم تمثیلی اور حالی ہے۔ اگر آدم کے واقعہ کو تمثیل اوربیانِ حالی کے مقام پر نہ رکھا گیا تو آدم کے واقعہ کو سمجھنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہو جائے گا۔تمثیل اور مکالمہ حالی انسانی روزمرّہ گفتگو کا طرزِ تکلم ہے۔قرآن فہمی میں اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

آدم (انسان) دو متضاد ملکوتی قوتوں کا مجموعہ ہے (۱) ملائکہ (۲) ابلیس

(۱) ملائکہ:(فرمانبردارقوت:POSITIVE FORCE) سہ حرفی مادہ ا ل ک اور م ل ک ہے ا ل ک کے مادہ سے پیغام رسانی اور م ل ک سے نوکر اورغلام کے معنی ہیں۔ مَلَکَ کے معنی نوکراور مَلِکَ کے معنی مالک ہونے کے ہیں اسلیئے یہ کلماتِ اضداد میں سے ہے۔ملائکہ کے بارے قرآنی آیات ملاحظہ فرمایئے۔ وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ جوسمٰوات میں اور جوارض میں حرکت کرنے والی شےاور ملائکہ سب اللہ ہی کی فرماں برداری کرتے ہیں۔یہ حقیقت ہے کہ وہ اللہ کا حکم ماننے میں تکبر نہیں کرتے۔49 وہ اپنے اوپر بالا دست قوت اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اوروہ وہی کرتے ہیں جوانہیں حکم دیا جاتا ہے۔16/50 مذکورہ آیات میں ظاہر ہے کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی ایسی قوتیں ہیں جو اللہ کیلیئے فرمانبرداری کرتی ہیں یعنی وہ اللہ کے حکم کےسامنے سربسجود ہیں اُن کی مجال نہیں کہ اللہ کےحکم کی نا فرمانی کریں۔ارشادِباری تعالیٰ ہے۔وَ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۚ۝ اوراُسی کے پروگرام کیلیئے ہے جوکچھ بھی سمٰوٰت وارض میں ہے۔اورجو بھی اس کے ہاں ہے وہ اس کی غلامی کرنے میں تکبر نہیں کرتے اورنہ ہی وہ کام کرنے سے تھکتے ہیں۔21/19 قرآنِ پاک میں ایک ذرّے سے لے کرشمس و قمرتک نظرآنے والی اور نظر نہ آنے والی ملکوتی قوتیں اورملائکہ، یہ سب اللہ کی ملکوتی قوتیں ہیں۔جو صرف اورصرف اللہ کی فرمانبردار ی میں مشغول ہیں اور جب بھی ان کواللہ کی طرف سے کوئی حکم ملتا ہے۔یہ قوتیں انکار نہیں کرتیں۔يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ 16/50 ملائکہ کے بارے بہت سی آیات ہیں۔اللہ کے حکم سے جو کام کرتیں ہیں وہ کوتاہی نہیں کرتیں۔

(۱)ملکوتی قوتیں اللہ کےحکم سے مومنوں کی مدد کرتیں ہیں3/124 (۲) مومنوں کی تثبیتِ قلب کیلیئے نازل ہوتیں ہیں 33/9,9/20,40 (۳) کافروں کودنیا اورآخرت میں سزاملکوتی قوتوں کےذریعے دی جاتی ہے۔,15/8 ,21/103,16/28,33 8/50, 6/43 (۴) فیصلہ کن مرحلے میں اس کا نزول ہوتا ہے۔15/8 (۵) جہنم کےنگران ہوں گے۔ 74/30, 66/6

یہ ملکوتی نظام ہے جس میں نافرمانی کی مجال نہیں اور یہ قوتیں اللہ کے حکم سے سرگرمِ عمل رہتی ہیں۔یہ ملکوتی قوتیں ہی اللہ کی فرمانبرداری کی صورت میں مومنوں کی مدد اور نافرمانی کی صورت میں کافروں کو سزا دیتی ہیں۔جیسا کہ قرآن میں قومِ ،عاد، ثمود،لوط اورآلِ فرعون کے واقعات میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ اللہ نے اپنی فرمانبرداری کی صورت میں انبیاء اور اُن کے ساتھیوں کی ملکوتی قوتوں کے ذریعے مدد فرمائی اور مخالفین کوانہی قوتوں کے ذریعے سزا دی۔ مذکورہ بالا تفصیل جاننے کے بعد ملائکہ کے بارے موقف واضح ہو جاتا ہے یہ قوتیں اللہ حکم سے مومنوں کیلیئے ساز گار ماحول پیدا کرتیں ہیں۔اس میں کسی قسم کا شک و شبہ اور ابہام نہیں یہ قوتیں اللہ کے حکم کے مطابق کام کرتیں ہیں اور اُس میں ذرا سی بھی کوتاہی نہیں کرتیں۔یہ سب انسان کی بیرونی ملکوتی قوتیں ہیں۔ یہ مثبت قوتیں ہیں ان کا نا فرمانی کا کوئی کریکٹر نہیں اور نہ ہی نافرمانی کا سوال پیدا ہوتا ہے۔

اب ہم انسان کے اندر کی ملکوتی قوتوں کا ذکر کرتے ہیں ۔21/19 آیت میں ساری کائنات کے بارے بیان ہے کہ وہ اپنے رب کے سامنے تکبر نہیں کرتی ۔پھر 16/49 آیت میں ہے کی ساری کائنات اللہ کی فرمانبرداری کرتی ہے۔پھر 7/106 آیت میں انسانوں کے بارے اللہ کا بیان ملاحظہ فرمایئے۔اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّکَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ يُسَبِّحُوْنَهٗ وَ لَهٗ يَسْجُدُوْنَ بےشک یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کے ہاں اُس کی غلامی اختیار کرنے سے تکبر نہیں کرتے ہیں۔وہ اُسی کے پروگرام پر عمل پیرا رہتے ہیں۔ وہ صرف اُسی کے فرماں بردار رہتے ہیں۔7/206 يَسْجُدُوْنَ کا معنی اللہ نے 84/21,22 آیات میں کر دیا ہے کہ يَسْجُدُوْنَ ،يُكَذِّبُوْنَ کی ضد ہے۔ اللہ کی آیات پر ایمان لانا اور اُس پر عمل کرنے کا نام ہے۔آیات ملاحظہ فرمایئے۔وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۩ ؕ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ۞ۖ اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ اسے تسلیم نہیں کرتے۔21 بلکہ جو لوگ کافر ہیں وہ قرآن کو قولی اور فعلی طور پر جھٹلاتے ہیں۔84/22

16/49 اور 212/19 آیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری کائنات میں فرمانبرداری کا ہی عنصر پایا جاتا ہے۔7/206 آیتِ کریمہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی فرمانبرداری کا عنصر انسانوں میں بھی پایا جاتا ہے۔قرآن میں انسان کی خارجی ملائکہ کا ذکر کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ انسان کو آگاہ کیا جائے کہ جس طرح انسان کے خارجی ملائکہ اللہ کی فرمانبرداری کر کے کائنات کا توازن برقرار رکھے ہوئے ہیں۔انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے داخلی ملائکہ کو اللہ کی فرمانبرداری میں استعمال کر کے قرآن کی اتباع میں ایک متوازن زندگی بسر کرے۔انسان اور باقی کائنات میں فرق یہ ہے کہ کائناتی ملکوتی قوتوں میں ارادہ اور اختیار نہیں ۔وہ اللہ کے لگے بندھے قوانین کی اتباع کرتے ہیں اور انسان کی طرف بھی اللہ نے احکام تو وحی کر دیئے ہیں مگر اس کو ارادہ اور اختیار بھی دیا ہے کی وہ اپنی مرضی سے ان کی اتباع کرے یا نہ کرے۔اب انسان چاہے تو یہ فرمانبرداری کی ملکوتی قوت کو اللہ کی فرمانبرداری کیلیئے یا وہ غیراللہ کی فرمانبرداری کیلیئے استعمال

کرے، آزاد ہے۔وحی ہمیں اس قوت کا درست استعمال بتاتی ہے۔7/206 آیت میں اُن انسانوں کی کیفیت کا اللہ نے تذکرہ کیا ہے جو اس قوت کا اللہ کی وحی کے مطابق درست استعمال کرتے ہیں۔

انسان اپنی داخلی فرمانبردار قوت کو اللہ کی بجائے ،غیراللہ کی فرمانبرداری کے لئے وقف کرے گا تو خارجی ملکوتی قوتوں کا ردِعمل مستقبل میں جلد یا بدیر انسان کی بربادی اور تباہی کی صورت میں یقیناً سامنے آئے گا۔ہمارے لئے مشکل صرف یہی ہے کہ ہم اس کا فوری نتیجہ یا کائنات میں ردِعمل مادی دنیا کی طرح انسان کو دکھا نہیں سکتے کہ تمہاری اللہ کی اس نافرمانی کا ردعمل کائنات میں دیکھ لو کہ یہ ہورہاہے۔انبیاء اور اُن کی مخالفین کا تاریخی جائزہ اللہ نے صرف اسلئے پیش کیا تاکہ انسانوں کو یقین ہو جائے کہ کائنات میں ملکوتی نظام کافروں کے خلاف کیسے ردِعمل کرتا ہے اور مومنوں کیلئے کس طرح سازگار ماحول پیدا کرتاہے۔قرآن میں ملکوتی نظام جو اللہ کے حکم کا پابندہے۔اُسے اللہ جب چاہے جیساحکم دے ویسا ہی اُس سے کام لیتا ہے۔ اس ملکوتی نظام کا مقصد بھی اللہ نے بڑا واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ملاحظہ فرمایئے وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ لِتُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۝ اوراللہ نے سمٰوات و ارض کو حق تخلیق کیاہے۔اور تاکہ ہرنفس کو بدلہ دیا جائے جو اس نے کمایا اورظلم نہ کئے جائیں۔(53/31,38/27,15/85,46/3,21/16)45/22

دیکھا اللہ نے مذکورہ آیت میں واضح طور پر بتا دیا کہ یہ ملکوتی نظام جو ہم نے تخلیق کیا ہے وہ کافروں کی تباہی اورمومنوں کیلئے ساز گار ماحول پیدا کرتاہے۔ اللہ تو قرآن میں بتا رہے ہیں لیکن انسان اس پر ایمان نہیں لاتا جس کا خمیازہ جلد یا بدیر اسے بھگتنا پڑے گا۔پھرپچھتاوا ہوگا۔مزیدآیت ملاحظہ فرمایئے۔ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝ کاش بستیوں والے ایمان لاتے اورنافرمانی سے بچتے تو یقیناً ہم اِن پر سمٰوات وارض کی برکات کھول دیتے لیکن انہوں نے آیات کو جھٹلایا پھرہم نے اِن کو پکڑا کہ وہ خلافِ قرآن کام کرتے تھے (6/44,46/26)۔96

مذکورہ قرآنی شہادتوں سے واضح ہوجاتا ہے کہ اگر انسان اپنی داخلی فرمانبردار قوت کو اللہ کی فرمانبرداری کی بجائے غیراللہ کی فرمانبرداری میں استعمال کرے گا تو خارجی ملکوتی نظام کا ردِعمل انسان کی تباہی اور بربادی کی صورت میں جلد یا بدیر ضرورسامنےآئے گا۔یہ سب اللہ کےحکم سے ہوتا ہے۔اگر انسان اپنی داخلی فرمانبردارقوت کو اللہ کی فرمانبرداری میں استعمال کرے گا تو یہی خارجی کائناتی ملکوتی قوتیں مومنوں کیلئے سازگار ماحول پیدا کریں گیں۔

قرآن میں انبیاء اوران کےمخالفین کاایک حقیقی تاریخی تجربہ ملتا ہے۔جس میں ملکوتی قوتوں (ملائکہ) کا مومنوں کےحق میں (9/40,20,33/9)اورکافروں کےخلاف(6/43,158)ایک ردِعمل بطورِثبوت ملتا ہے۔لہٰذا یہ انذارکردیاگیا ہے اگراس انذار کو انسان نے مذاق بنایا تواس دنیا میں اس کےنتائج بھگت رہا ہے اورآخرت میں ایسی آگ سے دوچارہونا پڑے گا جو بجھائے نہ بجھےگی اور دلوں کو اپنی لپیٹ میں لےگی اور اُس میں سے نکلنے کی کوئی راہ نہ ہوگی۔لہٰذا بذریعہ وحی

انسان کواللہ نے آگاہ کر دیا ہے۔صرف میری فرمانبرداری سے تمہاری فلاح و فوزممکن ہے ۔اللہ کی نا فرمانی میں غیراللہ کی اطاعت،تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں۔یقینی عذاب کی بشارت قرآن میں نافرمانوں کو دی گئی ہے۔لہٰذا بذریعہ وحی مومنوں کوحکم ہے کہ میری فرمانبرداری کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَ افْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ اے ایمان والوں اللہ کے احکام مان لو اورعمل کرو اس طرح اپنے رب کے غلام بن جاؤ اور قرآن کا کام کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔22/77 غیراللہ کو ترک کر کے اللہ کی فرمانبرداری میں انسان کی بھلائی ہے۔فرمانبردار ملکوتی قوت کا یہی درست استعمال ہے۔اللہ کی نا فرمانی میں غیراللہ کی فرمانبرداری شرک ہے۔

(۲) ابلیس (نا فرمان قوت:NEGATIVE FORCE): اس کا سہ حرفی مادہ ب ل س ہے۔اس کے معنی مایوسی پھیلانا اور مایوس کرنے کے ہیں۔ابلیس شیطان ہی کا دوسرا نام ہے۔اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ ق وَ کَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ اس نے انکار کیا اورتکبر کیا۔بہرحال وہ انکار کرنے والوں میں سے ہے۔ 2/34 اس ملکوتی قوت کا کام انکار وتکبر ہے ۔یہ انکار کرنے والی ابلیسی قوت انسان کے اندر بھی ہے اور باہر بھی ہے۔اللہ نے ملائکہ اورابلیس، مثبت اور منفی دونوں قوتیں دینے کے بعد ارادہ اور اختیار دے کر بذریعہ وحی انسان کو ان دونوں قوتوں کا استعمال بتایا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّکَ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ بےشک یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کے ہاں اُس کی غلامی اختیار کرنے سے تکبرنہیں کرتے ہیں۔۔206 پھرفرمایا وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ اور جولوگ ہماری آیات کوجھٹلاتے ہیں اور اِن سے تکبر کرتے ہیں۔یہی لوگ آگ والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔7/36ان آیات کے پیشِ نظر اللہ کے حکموں (آیات) کو جھٹلانا اصل میں تکبر کرنا ہے۔لہٰذا ہم نے اپنے رب کے حکموں کو جھٹلا کر تکبر نہیں کرنااور رب کا انکار نہیں کرنا ۔ اب سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے ۔ انسان کو انکار اور تکبر کی قوت کس کا انکار کرنے کے لئے دی ہے۔ اس کا جواب قرآن سے ملاحظہ فرمایئے۔فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ یُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی ق لَا انْفِصَامَ لَهَا ط وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝۲۵۶ پس جوقرآن کے باغی کا انکار کرے اوراللہ کولاشریک مان لےتو اُس نے ایک محکم ضابطہ حیات کو پکڑ لیا ہے(31/22) جس کیلیئے زوال نہیں ہے کیونکہ اللہ ہی سننےوالاعلم والا ہے۔2/256 اس آیت سے واضح ہو جاتا ہے کہ انسان نے ابلیسی قوت کا استعمال قرآن کے مطابق طاغوت کے انکار کیلیئے کرنا ہے۔اس کا انکارکرنے کے بعد اللہ پرایمان لانا ہے۔ جب تک ہم غیراللہ کا انکار نہیں کریں گے تب تک ہم اللہ پر ایمان نہیں لا سکتے لہٰذا طاغوت (اللہ کے مخالفین غیراللہ) کے انکار کے بغیراللہ کوماننا ایمان بالباطل ہے۔پہلے اللہ کی سرکش قوت طاغوت ،غیراللہ کا انکار کرنا ہے پھراللہ کو ماننا ایمان بالحق ہے۔غیراللہ کا اس طرح انکارکرنا قرآن کے مطابق انسان کی داخلی ابلیسی قوت کادرست استعمال ہے۔یہ اس کا مثبت پہلو اور جزوِ ایمان

ہے۔ مذکورہ آیت میں طاغوت کا انکار وتکبر ایمان کا جزوِ اوّل ہے اور یہ منفی قوت کا درست استعمال ہے ۔
اللہ نے انکار وتکبر والی قوت جسے شیطان اور ابلیس کہا گیا ہے۔لعنتی اور مردود اس لئے کہا ہے کہ اُس نے غیراللہ
کی بجائے اللہ کے حکم کا انکارکیا تھا۔ انسان کی یہ داخلی منفی قوت صرف اسی صورت میں مثبت ثابت ہو سکتی
ہے جب وہ اس کو وحی کے مطابق طاغوت کے انکار کیلئے استعما ل کرے گا۔یہاں ضروری ہے کہ طاغوت کو
پہچانا جائے کہ طاغوت کیا ہے؟ کون ہے؟

اَلطَّاغُوْتُ : ط غ و اس کا سہ حرفی مادہ ہے۔جس کا معنی حد سے باہر نکل جانا۔اور طاغوت حد سے نکل جانے والا۔ دریا
کا پانی اپنی حدود میں رہے تو حیوانات ونباتات کے لئے زندگی بخش ہوتا ہے۔جب وہ اپنی حدود یعنی کناروں سے باہر نکل آتا
ہے تو کہتے ہیں دریا میں طغیانی آ گئی ہے۔وہی زندگی بخش پانی حیوانات ونباتات کے لئے تباہی کا سبب بن جاتا ہے۔اسی
طرح انسان کی حدود، اللہ نے قرآن کو مقرر کیا ہے۔جب تک انسان قرآن کی حدود میں رہے گا وہ دوسرے انسانوں کے
لئے نفع بخش ہے۔جب وہ قرآن کی حدود سے نکلتا ہے تو وہ دوسرے انسانوں کے لئے تباہی کا سبب بن جاتا ہے۔قرآن کی
حدود سے نکل جانے والے کو قرآنی اصطلاح میں الطاغوت کہتے ہیں۔لہٰذا انسان کو اپنی منفی قوت اس طاغوت کے
انکار پر صرف کرنی چاہیے۔یہ اپنی ذات سے لے ہر خارجی قوت جو ہمیں اللہ کی آیات سے دور کرے اُس
کا انکار لازم ہے۔اس کے انکار کے بغیر اللہ پر ایمان یا اللہ کو ماننا شرک و کفر ہے کیونکہ قرآن کی
آیت جو ہمارے لئے کسوٹی اور پیمانہ ہے وہ طاغوت کے انکار کے بغیر اللہ پر ایمان تسلیم نہیں کرتی۔

اللہ نے قرآن میں دو قسم کے شیطانوں کو ذکر کیا ہے لہٰذا ہمیں دونوں سے محتاط ہونا چاہیے۔انسان کا
داخلی شیطان جو انسان کی خواہش ہے جس کے بارے قرآن نے فرمایا ہے۔ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْٓ اٰتَيْنٰهُ
اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۞ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ
هَوٰىهُ ۚ اور اِن کے سامنے اُس شخص کا واقعہ پڑھ کر سنا جس کو ہم نے اپنی آیات دیں۔پھر وہ اِن سے الگ ہو گیا۔پھر قرآن کا
دشمن شیطان اُس کے پیچھے لگ گیا۔پھر وہ گمراہوں میں ہو گیا۔175 اگرچہ ہم نے تو چاہا تھا کہ یقیناً ہم اِن آیات سے اُس
کے درجے بلند کرتے۔لیکن وہ تو پستی کی طرف جھک گیا اور اُس نے اپنی خواہش کی اتباع کی۔،، 7/176 آیت
میں صاف صاف سمجھ میں آتا ہے کہ پہلے شیطان انسان کے پیچھے لگتا ہے اور پھر انسان اپنی خواہش
کے پیچھے لگ جاتا ہے۔ اللہ نے یہاں شیطان کا معنی خواہش کر دیا ہے۔انسان کا داخلی شیطان
انسان کی اپنی خواہش ہے۔ قرآن خارجی شیطان کی بھی نشاندہی کرواتا ہے۔ملاحظہ فرمایئے۔ وَ اِذَا
خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۞ اور جب اپنے شیطانی گروہ سے ملتے تو کہتے ہیں
بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں۔یقیناً ہم مومنوں سے مذاق کررہے ہیں۔ 2/14 وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ

لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ۝ یقیناً شیاطین تو اپنے دوستوں کی طرف وحی کرتے ہیں تا کہ وہ تم (قرآن والوں) سے جھگڑیں۔ اگر تم (قرآن والوں) نے اُن کی اطاعت کر لی تو یقیناً تم بھی مشرک ہو۔ 6/121 قرآن نے شیاطین کی وضاحت کردی ہے۔ یہ انسانوں سے الگ مخلوق نہیں ہے۔ جن سے یہ خلوت کرتے ہیں اور شیاطین باقاعدہ اپنے دوستوں کی طرف وحی کرتے ہیں۔ اللہ نے مزید فرمایا وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ۝ اور اب جو بھی اللہ کے سوا اِس شیطان کو دوست بنائے گا۔ پھر یقیناً وہ کھلا نقصان اُٹھانے والا ہوگیا۔ 4/119 جن سے وہ خلوت کرتے اور اپنا ولی بناتے ہیں۔ یہ اپنے رشتہ دار، پیر ،لیڈر اور دوست ہی ہوتے ہیں جو قرآن کے خلاف بھڑکاتے رہتے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوگیا کہ ہر وہ شخص شیطان ہے جو اللہ کی راہ سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے۔ اب آپ کو اپنے داخلی اور خارجی شیطان کا اچھی طرح معلوم ہوگیا ہے۔ اب اس سے آپ کو محتاط ہونا چاہیے۔

ذرا سوچئے اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ انکار کی قوت نہ دی ہوتی تو ہم طاغوتی قوتوں کا انکار کیسے کر سکتے تھے اور اگر فرمانبرداری والی قوت نہ دی ہوتی تو ہم اللہ کی فرمانبرداری کیسے کرتے۔ لہٰذا اللہ نے انسان کو ہر قسم کا اسلحہ دے کر انسان کا امتحان لے رہے ہیں۔ یہ متضاد قوتیں دینے کے بعد اللہ نے ارادہ اور اختیار دے کر انسان کو آزاد چھوڑ دیا ہے۔ چاہے وہ ان قوتوں کو اللہ کے حق میں استعمال کرے یا اُس کے خلاف، انسان آزاد ہے لیکن اللہ نے واضح طور پر انسان کو بذریعہ وحی آگاہ کر دیا ہے کہ جو انسان ان قوتوں کو اللہ کی منشا یعنی قرآن کے مطابق استعمال کرے گا وہ شخص ہو یا معاشرہ وہی اللہ کے ہاں دنیا و آخرت میں کامیاب ہو گا۔

ملائکہ، ابلیس کے بارے قرآنی نقطہ نظر جاننے کے بعد انسان کو اپنے بارے جاننے کے لئے اللہ نے جو معلومات فراہم کی ہیں انسان اس کے بارے خود نہیں جان سکتا تھا۔ اللہ کے علم کے مطابق یہ بات درست ثابت ہوتی ہے کہ انسان دو متضاد قوتوں کا مجموعہ ہے۔ یہ قوتیں داخلی بھی ہیں اور خارجی بھی ہیں۔ معاشرے میں ان قوتوں کا اللہ کی منشا کے مطابق استعمال نہ ہونا بحر و بر میں فساد کی وجہ ہے۔ ارشادِ ربّانی ملاحظہ فرمایئے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِىْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ اَكْثَرُهُم مُّشْرِكِيْنَ ۝ لوگوں کے کرتوتوں کی وجہ سے خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہوگیا تا کہ وہ اُن کو مزہ چکھائے اُن کے کاموں کا جو وہ کرتے تھے شاید وہ اللہ کی طرف رجوع کریں۔ 41 اِن سے کہو زمین میں چل پھر کر دیکھو کیسا انجام ہوا ہے اِن سے پہلے لوگوں کا جن کی اکثریت شرک کرنے والی تھی۔ 30/42 معاشرہ فساد زدہ ہے کیونکہ انسان کی ان دو قوتوں کا استعمال اللہ کے نازل کردہ علم کے مطابق نہیں ہے۔ لہٰذا فساد برپا رہے گا امن کی فاختہ کو اس فساد زدہ معاشرے میں ڈھونڈھنے

والے اندھے ہیں اور وحی کی روشنی کو چھوڑ کر ظلمات یعنی اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ یہ اللہ کے قانون کی بغاوت کر کے امن وسلامتی کی تلاش بالکل ایسے ہی جیسے بجلی کی منفی اور مثبت لائنوں کو اللہ کے آفاقی قانون کے خلاف اُن کو اپنے اپنے راستے پر جانے کی بجائے جوڑ دیا جائے تو سوال پیدا ہوتا کہ اس کے نتیجے میں آپ کو روشنی میسر ہوگی یا دھماکے کی صورت میں اندھیروں میں ڈوبنا پڑے گا۔ اللہ کی کائنات میں اُس کے مادی قوانین دریافت کر کے انسان مادی دنیا میں تو اللہ کے قوانین کی اتباع کا انکار نہیں کرتا لیکن اللہ کے اخلاقی ضابطے کی انسان خلاف ورزی کر کے ظلمات کو نور میں اور ظلم کو عدل میں کیسے تبدیل کرسکتا ہے۔

اب قرآن طاغوت کے انکار کے بغیر اللہ پر ایمان تسلیم نہیں کرتا۔ اب کافروں، مشرکوں اور طاغوتوں کا انکار اللہ کتاب کے مطابق انسان کی منفی قوت کا درست استعمال ہے۔ ان سے دوستیاں اور رشتے داریاں اللہ کے قوانین کی خلاف ورزی اور منفی قوت کا غلط استعمال ہے۔ اس کے نتیجے میں معاشرہ فساد زدہ ہوجاتا ہے۔ اس لئے اللہ نے حکم دے دیا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ اے مومنو! اپنے آباء اور اپنے بھائیوں کو خیر خواہ دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان (قرآن) کے مقابلے میں کفر (غیر قرآن) کو پسند کرتے ہیں اور تم میں سے جو اِن کو خیر خواہ دوست بنائے گا پھر یقیناً یہی لوگ ظالم ہیں۔ 23 اعلان کر دو اگر تمہارے آباء اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا خاندان اور اموال جو تم نے کمایا ہے اور تجارت جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور رہائش گاہیں جن کو تم پسند کرتے ہو۔ کیا تمہیں یہ سب اللہ اور اُسکے رسول یعنی اُس کی راہ (قرآن) میں جہاد کرنے سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنے عذاب کے فیصلے کو لے آئے۔ یقیناً اللہ ایسے بدعہد لوگوں کو ہدایت ہی نہیں دیا کرتا۔ 9/24 اس قسم کی مزید بہت سی آیات ہیں لہٰذا ہر انسان کو وحی کی مکمل اتباع کیلئے ان کا مطالعہ ضروری ہے۔ ملاحظہ فرمایئے اور قرآن کھول کر خود مطالعہ فرمایئے۔

(10/11)۔(6/70,91,112)(11/113,15/94,18/16,19/48)۔(9/80,84,107,114)۔(3/28,118)(5/51,57,80,81)(4/89,139,144)

۔(42/6,39/4)۔(58/22,51/54,54/6)(6/66,10/108,17/54,25/43)۔(73/8,10, 9/16, 28/17,86)۔(15/3,23/54,43/83,52/45,70/42)

(مشرک اور کافر عورتوں کو چھوڑ دو 60/10)۔(مشرکوں سے نکاح نہ کرو 2/221)۔ (45/21,22/13,36/59,) ۔

(مومنوں کو نہ دھتکار ,6/52,18/28,26/114,215,66/10) موسیٰ کے لئے حکم ضم (20/22) ادخل (27/10) اسلک (28/32) نزع (7/108)۔(62 تا 8/64).

مَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ۔ (5/51,56,7/196,57/24,18/17)۔(24/47,3/23,) ۔(4 تا 60/6)

معاشرے کی بنیاد لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی اللہ کی حاکمیت کو زیادہ زور دے کر اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ اس توحیدی عنصر کے بغیر کوئی معاشرہ ستاروں پر کمند ڈال لے اور مادی ترقی میں جتنی بھی خود کفالت اختیار کر لے وہ اسلامی معاشرہ نہیں کہلا سکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ انسان اپنی منفی اور مثبت تمام قوتوں کو صرف اللہ کی رضا کیلئے پُر امن استعمال کرے تو اُس کی اپنی ذات اور انسانی معاشرہ امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائے گا۔ یہ اللہ کی ضمانت ہے جس کی خلاف ورزی نہیں ہو سکتی۔

گزشتہ صفحات میں انسان کی داخلی اور خارجی قوتوں کا علم دراصل انسان کی اُن صلاحیتوں کا ذکر ہے جن کا اللہ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق استعمال معاشرے کی اصلاح کر سکتا ہے۔ قصہ آدم کے واقعہ کے آخر میں اللہ کا بار بار حکم آتا ہے۔ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ سو جو میری ہدایت کی اتباع کرے گا پھر نہ ان پر خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ 38 اور جن لوگوں نے انکار کیا اور ہمارے احکام کو جھٹلایا یہی لوگ آگ والے ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ 2/39

آدم کے قصہ میں دو قسم کے انسانوں کی ماضی، حال اور مستقبل کی سرگزشت تمثیلی انداز میں بیان کی گئی ہے۔ آدم، ابلیس اور ملائکہ (انسان کی داخلی اور خارجی منفی اور مثبت قوتوں) کے ساتھ اللہ کا مکالمہ حالی ہے۔ یہ سب کچھ جاننے کے بعد اب ہم ترتیب وار قرآن میں جہاں جہاں آدم کا تمثیلی واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اسی موقف کے مطابق ترجمہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ امید ہے کہ آپ روایتی انداز سے ہٹ کر انتہائی غور و فکر سے قرآنی موقف جاننے کی کوشش کریں گے۔

1☆ سورۃ البقرۃ آیت نمبر 30 تا 39

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ اور (اے انسان) جب تیرا رب تیرے بارے ملائکہ سے کہتا ہے (5/116) کہ یقیناً میں تجھے الارض میں با اختیار بنانیوالا ہوں (38/26,71) وہ بزبانِ حال کہتے ہیں کیا آپ اُسے بناتے ہیں جو اس میں فساد کرے اور خون بہائے گا۔ حالانکہ ہم تیرے حکم کے مطابق جدوجہد کرتے اور تیرے پروگرام کی تقدیس کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا یقیناً میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو۔ 30

مَلٰٓئِكَةَ :2/30 اِس کا سہ حرفی مادہ اَ لَ كَ اور مَ لَ كَ دونوں سے بتایا جاتا ہے۔ اَ لَ كَ سے پیغام رسانی کے معنی لئے جاتے ہیں۔ مَلَكَ اضداد میں سے ہے۔ اس کے معنی غلام اور نوکر ہونے کے ہیں۔ کائناتی قوتوں کو ملائکہ سے موسوم کیا گیا ہے۔ اور یہ ساری قوتیں انسان کے کام میں لگی ہوئی ہیں اور انسان کے لئے مسخر کر دی گئی ہیں۔ گویا ملائکہ انسان کی نوکری میں لگے ہوئے ہیں۔ لہٰذا کائنات میں سے کسی شے کو بھی رب یا رب کے برابر ٹھہرانا جو اللہ نے انسان کی نوکری

میں لگے ہوئے ہیں۔لہٰذا کائنات میں سے کسی شے کو بھی رب یا رب کے برابر ٹھہرانا جواللہ نے انسان کی نوکری پر لگائے ہوئے ہیں کوئی دانشمندی نہیں ہے۔دوسرا یہی لفظ مالک، ملوک اور بادشاہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔جوانسان ہی ہوتے ہیں۔ مَلَکَ میں قوّت اور قابلیّت ومہارت کے معنی بھی پائے جاتے ہیں۔ایک ذرّے سے شمس و قمر تک اور نہ نظر آنے والی قوّتیں اور پیغام رسانی والے ملائکہ جو نظر نہیں آتے سب شامل ہیں۔جن کے بارے نبی سلام' علیہ بھی 6/50 میں اللہ کے حکم سے اعلان کرتے ہیں کہ میں ملک نہیں ہوں۔لہٰذا انسان کے سوا ساری کائنات ایک لگے بندھے جبری نظام کے تحت چل رہی ہے۔یہ ملکوتی نظام ہے جس میں نافرمانی کی مجال نہیں ہے۔یہ قوّتیں اللہ کے حکم کے مطابق سرگرمِ عمل رہتی ہیں۔ جب انسان اللہ کے حکم کے مطابق سرگرمِ عمل ہوجاتے ہیں تو ملکوتی قوّتوں کو اللہ کا حکم ہے کہ انسان کیلئے سازگار ماحول پیدا کریں اور اِس کی مدد کریں۔اور نافرمانوں کی سزا کیلئے کائنات کو اپنا ردِعمل ظاہر کرنے کا حکم ملتا ہے۔قرآن میں انبیاء اور اُن کے مخالفین کا ایک تاریخی حقیقی تجربہ ملتا ہے۔جس میں ملکوتی قوّتوں کا مومنوں کے حق میں اور کافروں کے خلاف ردِّعمل ملتا ہے۔اور ثابت ہوتا ہے کہ کائناتی قوّتیں مومنوں کیلئے سازگار ماحول پیدا کرتی ہیں۔اور یہ اللہ کے قانون کے مطابق ہوتا ہے۔ملائکہ کے ذریعے دنیا میں سزائیں ملتی اور آخرت میں بھی ملیں گی۔ یہ 8/50,6/43,158,15/8,16/28,33,21/103 آیات میں ہے۔ملائکہ مومنوں کی مدد اور تثبیتِ قلب کیلئے اللہ کے لشکر ہیں جنہیں تم نہیں دیکھتے۔یہ 33/9,9/40,26 آیات میں ہے۔ملائکہ رسول ہیں۔ یہ 22/75.اور 35/1 آیات میں ہے۔یہ رسول انسان کا پورا ریکارڈ لکھنے پر مامور ہیں۔ یہ 43/80,82/11,10/21 آیات میں موجود ہے۔کائنات کی ہر شے عبد ہے یہ 43/14,4/172, 21/19, 19/93 میں ہے۔ لہٰذا 53/31 15/85, 45/22 آیات میں تخلیقِ کائنات کا مقصد بیان ہوا ہے۔جو مومن کے لئے باعثِ تثبیتِ قلب ہے۔یہ سمٰوات وارض اللہ نے بالحق تخلیق کئے ہیں۔اور یہ مقصد بھی ہے کہ ہر نفس کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دیا جائے۔ملائکہ کے ذریعے دنیا میں سزا دی جاتی ہے اور آخرت میں بھی سزا ملے گی۔اس لئے ملائکہ کا فیصلہ کن مرحلے میں نزول ہوتا ہے اور 25/22 میں ہے کہ جس دن ملائکہ کو دیکھیں گے تو کافروں کے لئے عذاب کا دن ہوگا۔اِس دنیا میں لوط سلام' علیہ کی قوم نے اِن کو دیکھا تو یہ اُن کے لئے عذاب کا دن تھا اور جب کافر قیامت کے دن سزا دینے والے ملائکہ کو دیکھیں گے تو یہ کوئی خوشی کا دن نہیں ہوگا۔ملائکہ جہنم کے نگران ہیں۔یہ 66/6,74/30 آیات میں مذکور ہے۔لہٰذا ملائکہ یعنی خارجی ملکوتی نظم ونسق پر ایمان لانا اللہ کی طرف سے حکم ہے۔اللہ کے حکم سے یہ ملکوتی کائناتی نظام مومن کا ہمنوا ہوتا ہے جو یکسو ہوکر اللہ کی غلامی میں آتا ہے۔اللہ نے انسان کو تعلیمِ وحی دی ہے کہ وہ اپنے اختیار سے اللہ کا عبد بن جائے تو کائناتی قوّتیں اِس کی حفاظت میں لگ جائیں گی۔کیونکہ تمام ملائکہ انسان کے سامنے اللہ کے حکم سے سربسجود ہیں۔اِن کو رب نہ بناؤ۔یہ ملائکہ توانسان کی خدمت کیلئے اللہ نے پیدا کئے ہیں۔ اللہ کی نافرمانی میں اِن کا ردِّعمل تباہی وبربادی کا سبب بنتا ہے۔ملکوتی قوّتیں انسان کے اندر اور خارجی نظام میں ہیں۔لہٰذا انسان داخلی اور خارجی طور پر اِن قوّتوں کو اللہ کی راہ میں لگاتا ہے یا اللہ کی

بغاوت میں استعمال کرتا ہے۔تمثیلِ آدم کے اِس قصّے میں انسان کے داخلی اور خارجی ملائکہ کا حالی بیان ہے۔جواب بھی فسادی انسان کی خود مختاری پر سراپا احتجاج بزبانِ حال ہے۔ظاہر ہے کہ انسان کے سامنے ملائکہ بے بس ہیں۔ انسان کو آگاہ رہنا چاہیے کون سی داخلی اور خارجی قوّتیں جوحق کے خلاف استعمال کرتا یا اُس نے اُن کو اِلہٰ بنا لیا ہے۔

خَلِيُفَةً :۔2/30 وَ اِذُ قَالَ رَبُّکَ لِلُمَلٰٓئِكَةِ اِنِّى جَاعِلٌ فِى الُاَرُضِ خَلِيُفَةً 2/30 اور جب تیرا رب ملائکہ سے (تیرے بارے) کہتا ہے۔میں تجھے زمین میں با اختیار بنانے والا ہوں۔رَبُّکَ میں کاف ضمیرِ مخاطب انسان ہے۔یہی وہ قرینہ ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آدم نبی کا واقع نہیں۔آسمان سے نیچے نہیں آیا بلکہ زمین سے پیدا کیا اور یہی اِس کا مستقر و متاع ہے ایک مدت تک۔پھر اِسی میں دفن اور پھر اِسی میں سے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔(71/17,18) اِس کا سہ حرفی مادہ خ ل ف ہے جس کے معنی عام طور پر جانشین ہونا، پیچھے رہنا، بعد میں آنا، خلاف کرنا کے ہیں۔قرآن نے 38/26 میں داؤدسلام'' علیہ کیلئے خلیفہ کا لفظ استعمال کیا جس کے معنی بااختیار بادشاہ ہے۔اور 6/165 میں ضمیرِ کم کے ساتھ فرمایا کہ تم سب خلائف یعنی بااختیار مخلوق ہو۔اب انسانی لغت کی ضرورت نہیں۔انسان مخاطب ہے۔تمثیلی واقعہ مکالمہ حالی ہے۔فرماں بردار اور نافرمان دو انسانوں کا ذکر ہے۔انسان مثبت اور منفی دو متضاد ملکوتی قوّتوں کا مجموعہ ہے۔جو ملائکہ اور ابلیس پر مشتمل ہے۔اِن قوتوں کو احکامِ وحی کے مطابق استعمال کرنے کا ہر انسان کو حکم ہے۔انسان کا کائنات میں سٹیٹس بتا دیا۔اگر اس نے اپنے سٹیٹس کو(co)کے مطابق اللہ کی فرمانبرداری نہ کی تو سزا کی وعید ہے۔ اگر فرمانبرداری کی تو انعام واکرام کا وعدہ ہے۔

جَاعِلٌ'' 2/30:۔فاعلِ استمرار ہے۔یہ فعل ماضی،حال اور مستقبل میں جاری ہے۔ہر انسان مخاطب ہے۔

سَبَّحَ 2/29 : یہ بابِ تفعیل سے ہے۔سہ حرفی مادہ س ب ح ہے جس کے معنی تیرنا، جدوجہد کرنا کے ہیں۔قرآن کی 36/40 آیت میں ہے۔كُلٌّ'' فِىُ فَلَكٍ يَّسُبَحُوُنَ ہر شے اپنے اپنے حلقے میں جدوجہد کر رہی ہے۔ بابِ تفعیل میں شدّت کا خاصہ ہے۔ سَبَّحَ لِلّٰهِ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض (61/1) جو کچھ بھی سموات و الارض میں ہے وہ اللہ کے نظام کو متشکل کرنے کے لئے بھرپور جدوجہد کر رہا ہے۔حکم کی تعمیل کر رہا ہے۔سُبُحٰنَکَ کا معنی ہے تیری ذات سبحان ہے۔سبحان فعلان کے وزن پر مبالغے کا صیغہ ہے۔سہ حرفی مادہ س ب ح ہی ہے۔اللہ کی جدوجہد نتیجہ خیز اور ہر سقم اور عیب سے پاک ہے۔یہ کلمہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔یہ باور کرانے کیلئے ہے کہ اے انسان! اللہ کے خلاف تیری کوئی جدوجہد کامیاب نہیں ہوسکتی کیونکہ اللہ ہی سبحان ہے۔کلمہ سبحان، اللہ کی قوت کا تعارف ہے اور یہ انسان کے ذہن میں راسخ ہونا چاہیے کہ اللہ کے خلاف کوئی چال کامیاب نہیں ہوسکتی۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الُاَسُمَآءَ كُلَّهَاثُمَّ عَرَضَهُمُ عَلَى الُمَلٰٓئِكَةِ لا فَقَالَ اَنۢبِئُوُنِىُ بِاَسُمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنُ كُنُتُمُ صٰدِقِيُنَ ﴿۳۱﴾ اور اللہ نے آدم کو ان کے قوانین فطرت جاننے کی صلاحیت دی پھر ان کو ملائکہ کے سامنے پیش کیا پھر فرمایا مجھے ان کے قوانین فطرت بتاؤ اگر تم سچے ہوتو۔ 31

اٰدَمُ 2/33 : آدم کے بارے صفحہ نمبر 5 بھی ملاحظہ فرمالیں۔آدم سے مراد انسان ہے۔ ایک انسان کی داستان نہیں جو آسمانوں پر زمین کی خلافت کیلئے نامزد کیا تھا۔اُس نے اللہ کی نافرمانی کی،گمراہ ہوا (20/115) اور فوت ہوگیا۔دراصل تمثیلی

انداز میں انسان کی سرگزشت دوقسم کے انسانوں کا ذکر ہے۔وحی کے فرماں بردار انبیاء جن کو بذریعہ وحی حکم ہے کہ اپنی جماعت نوعِ انسان کے ساتھ امن وسکون کے ساتھ کھاتا پیتا رہ۔اور شجرِ ممنوعہ یعنی منکرات کے قریب نہ جانا۔دوسرے نافرمان انسان نے خلاف ورزی کی، بھٹک گیا اور گمراہ ہوگیا 20/115. فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ پھر انسان نے اپنے رب سے ازسرِنو ضابطہ وحی سیکھا تو پھر اللہ نے اُس پر مہربانی فرمائی۔اور بذریعہ وحی انسان کو یہی ہدایت ملی کہ جو میری ہدایت کی اتباع کرے گا وہی بےغم اور بےخوف ہوگا۔ یہ ضابطہ وحی پانے والے انسان انبیاء اور اُن کے اصحاب ہیں۔اور ضابطہ وحی کے مخالف شجرِ ممنوعہ کے پاس جانے والے کافر ہیں۔آدم ہی کو اللہ نے بار بار پیغام رسانی کیلئے چُنا۔ اِنَّ اللّٰهَ ا صْطَفٰى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِ بْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ 3/33 یقیناً اللہ نے انسان کو یعنی نوح سلام' علیہ کو اور آلِ ابراھیم کو اور آلِ عمران کو لوگوں پر پیغام رسانی کیلئے چُنا۔اور انسانوں نے گمراہی اختیار کی۔لہٰذا انسان کیلئے کائنات کی ملکوتی قوتیں اب بھی سربسجود ہیں۔اور ابلیس اب بھی اللہ کے انکار اور تکبر کے مقام پر انسان کا کھلا دشمن ہے۔یہ دونوں قوتیں داخل اور خارج میں موجود ہیں اور انسان کو آگاہ کر دیا ہے۔اب اس کے اختیار میں ہے وہ ان قوتوں سے وحی کے مطابق کیسے کام لیتا ہے۔

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ قَالَ يٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ ۖ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ انہوں نے بزبانِ حال عرض کی آپ سبحان ہیں۔ہمارے پاس علم نہیں مگر وہی جو آپ نے صلاحیت دی ہے یقیناً آپ العلیم الحکیم ہیں۔ 32 فرمایا اے انسان! تو ان کو ان کے اسماء کے بارے بتا ۔پس جب اُس نے اُن کو اِن کے قوانین فطرت بتائے تو اللہ نے فرمایا کیا میں نے تم کو نہیں کہا تھا۔ یقیناً میں سمٰوٰت وارض کے غیب کو جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو جانتا ہوں۔ 33 اور یاد کرو جب ہم نے ملائکہ کو حکم دیا کہ انسان کے لیے فرمانبردار بن جاؤ سوائے ابلیس کے سب نے فرمانبرداری کی (38/71) اس نے انکار کیا اور تکبر کیا۔بہرحال وہ انکار کرنے والوں میں سے ہے۔34

اِبْلِيْسَ 2/34 : ۔سہ حرفی مادہ ب ل س جس کے معنی مایوسی پھیلانا یا مایوس کرنا کے ہیں۔یہ شیطان ہی کا نام ہے۔انکار وتکبّر اس کا کردار ہے۔ملکوتی قوت ہے۔انکار اور تکبّر کی وجہ سے لعنتی قرار دیا گیا ہے۔انسان کو اللہ نے عاجزی کرنے والی فرماں بردار اور تکبّر کرنے والی نافرمان متضاد ملکوتی قوتوں سے تخلیق کیا ہے۔لہٰذا ابلیس یا شیطان انسان میں ہے۔اگر اپنے اندر کے ابلیس کو انسان سمجھ لے تو خارجی ابلیس کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔دراصل وحی انسان کو دونوں قوتوں کا درست استعمال بتاتی ہے۔وحی بتاتی ہے کب اور کس کی اطاعت، کب اور کس سے بغاوت کرنی ہے۔اللہ پر ایمان سے پہلے طاغوت کا انکار لازمی ہے۔2/256 غیر اللہ کے انکار کے بغیر اللہ کو ماننا باطل ہے۔اگر انسان ابلیسی قوّت کا استعمال طاغوت کے انکار کے لئے کرے۔تو یہ جزوِ ایمان ہے۔اللہ کے حکم کے انکاری کو لعنتی مردود قرار دیا گیا ہے۔ذرا سا سوچ لیں کہ اگر اللہ نے انکاری قوّت نہ دی ہوتی تو ہم طاغوتی قوّتوں کا انکار کیسے کر سکتے تھے۔اللہ ہر قسم کا اسلحہ دے کر ہمارا امتحان لے رہا ہے۔یہ قوّت

دینے کے بعد ہمیں اختیار دیا۔ چاہو تو میرا انکار کرو چاہو تو طاغوت کا انکار کرو تمہیں اختیار ہے۔ اب انسان کو اپنے داخلی اور خارجی ابلیس سے جو اللہ کے احکام سے دور کرے اس کا علم ہونا چاہیے۔ اِس کی نشان دہی بھی اللہ کی کتاب سے ہو جاتی ہے۔ آیات الرحمٰن کے مقابلے میں اپنی خواہشات ابلیس وشیطان ہے 7/175,176 ۔قرآن کے مقابلے میں جو خواہشات کی اتباع کرتے ہیں وہ ابلیس وشیطان ہیں۔ اِن سے اجتناب کریں۔ وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ص وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ص وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ج وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾ اور ہم نے کہا اے انسان! تُو اور تیری جماعت جنت ِارضی میں رہو اور کھاؤ اس میں سیر ہو کر جیسا کہ تم اپنی حیثیت کے مطابق مشیت بناتے ہو اور شجرِ ممنوعہ (منکرات) کے قریب نہ جانا جس سے روکا گیا ہے (3/104,110) ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ 35 سو خواہش (7/176) نے اِن کو اُس سے پھسلایا پس ان کو جنّتی کیفیت سے نکالا جس میں وہ تھے اور ہم نے بذریعہ وحی کہہ دیا کہ تم جنتی حالت سے نکل جاؤ ۔تمہارے بعض بعض کے دشمن ہیں اور تمہارے لیے اس ارض میں ٹھہرنا اور فائدہ اٹھانا ایک مدت تک کے لیے ہے۔ 36

اِهْبِطُوْا 2/36: سہ حرفی مادہ ھ ب ط ہے جس کے معنی گرنا، نکلنا، ایک حال سے دوسرے حال میں جانا۔ یہ اچھے سے بُرا اور بُرے سے اچھا ہوسکتا ہے۔ قصہ آدم پہلا اِهْبِطُوْا آیت 36 میں ہے۔ یہ اچھے سے بُرا ہے۔ اور آیت نمبر 38 اِهْبِطُوْا جمیعاً جماعت سازی یعنی بہتری کی طرف ہے۔ سورۃ نمبر 11 آیت نمبر 48 میں نوح سلام ٌ علیہ کے بارے فرمایا قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا یہاں اِهْبِطْ اچھے مقام کی طرف جانے کیلئے استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا اِهْبِطْ مادی، اخلاقی اور ذہنی کیفیت بدلنے کیلئے استعمال ہوسکتا ہے۔ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ط اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ج فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾ پھر انسان نے اپنے رب سے احکامِ وحی سیکھ لیے پس اللہ نے اس پر مہربانی کر دی۔ یقیناً وہی توبہ قبول کرنے والا الرحیم ہے۔ 37 ہم نےکہہ دیا ہے کہ تم اس جنتِ ارضی میں داخل ہو جاؤ اُمّتِ واحدہ ایک جماعت (2/213) بن کر پس جب بھی تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے سو جو میری ہدایت کی اتباع کرے گا پھر نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ 38 اور جن لوگوں نے انکار کیا اور ہمارے احکام کو جھٹلایا یہی لوگ آگ والے ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ 39

2☆ سورۃ العمران آیت نمبر 59 تا 60 اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ط خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾ یقیناً عیسٰی کی پیدائش اللہ کے نزدیک انسان کی طرح ہے۔ وہ اُس کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کرتا ہے (23/12,35/11) پھر اُسکے لئے کن کہہ کر قانونی تقاضا پیدا کرتا پھر وہ پیدا ہوتا ہے۔ 59 یہی تیرے رب کی طرف سے پیدائشِ عیسٰی کی حقیقت ہے۔ پس تُو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جا۔ 60

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَاللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ط خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ 3/59: یقیناً اللہ کے ہاں عیسٰی کی پیدائش کی مثال

انسان کی پیدائش کی طرح ہے۔ اُس نے اُسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ یہاں آدم سے مراد عام انسان ہے جو سراسر تراب ہی کا خلاصہ ہے۔ انسان کی پیدائش کے بارے 23/12 میں سلالۃ من طین بڑا واضح انداز ہے جس کا معنی مٹی کا خلاصہ ہے ۔40/67 میں اللہ نے کُم جمع حاضر کی ضمیر سے خطاب فرمایا کہ وہ اب بھی تم سب انسانوں کو مٹی سے پیدا کر رہا ہے۔ اب بھی زندگی اور موت کن فیکون کے قانون کی محتاج ہے۔40/68 لہٰذا عیسٰی سلام'' علیہ کی پیدائش کو فطرت سے ھٹ کر بن باپ قرار دینا قرآن کی رو سے غلط ہے۔عیسٰی سلام'' علیہ کو عام انسان کی طرح تولیدی سسٹم کے ذریعے اللہ نے پیدا کیا ہے۔عیسٰی سلام'' علیہ نے اپنے باپ کی خبر 19/33 میں یَوْمَ وَ لِدْ تُّ کہہ کر دی ہے یعنی جس دن مجھے تولید کیا گیا ۔ ثابت ہوا کہ عیسٰی سلام'' علیہ ماں باپ کے تولیدی سسٹم سے پیدا ہوئے ہیں۔ بن باپ کی پیدائش پر اعتراض ہے کیونکہ لَمْ یَلِدْ ۵ وَلَمْ یُوْلَدْ 112/3 صرف اللہ کی ذات ہے۔ اگر انسانوں میں بھی کوئی تولید سے پاک ہے تو یہ اللہ کی ذات میں شرکت ہے۔ دوسرا یہ بھی اعتراض ہوسکتا ہے کہ اگر عیسیٰ کی پیدائش اُس آدم کی طرح ہے جو کہ انجیل کی کہانی ہے تو یہ نامکمل اور ادھوری مثال اللہ کے علم میں نقص ثابت کرتی ہے کیونکہ آدم کا نہ باپ اور نہ ماں ہے تو یہ مثال منطبق نہیں ہوتی کیونکہ عیسیٰ سلام'' علیہ کی ماں ہے۔ لہٰذا یہ مثال عام آدمی کی ہے کہ وہ ماں باپ کے تولیدی عمل سے پیدا ہوئے ہیں۔ عیسیٰ سلام'' علیہ عام انسان کی طرح پیدا ہوئے ہیں یہ اللہ کا خالص علمی بیان ہے اور مثال سو فیصد درست ہے۔

3☆سورۃ الاعراف آیت نمبر 11 تا 27

وَلَقَدْخَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْالِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓااِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍوَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ ترجمہ: یقیناً ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر ہم نے تمہیں اشیاء کے بارے علمی تصوّر دیا۔ پھر ہم نے ملائکہ سے کہا انسان کی فرماں برداری کرو۔ پس سب فرماں بردار ہو گئے مگر ابلیس نے انکار کر دیا۔ وہ فرماں برداروں میں سے نہ تھا۔11 پوچھا تجھے کس نے منع کیا کہ تُو فرماں برداری نہ کرے جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا۔ اُسکی زبانِ حال نے کہا، میں اس سے بہتر ہوں۔ آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اُس کو آپ نے مٹّی سے پیدا کیا ہے۔12

طِیْنٍ 7/12۔ طین گارے اور چپکنے والی مٹی کو کہتے ہیں۔ یہ بہت سی چیزوں کا مرکب گارا ہوتا ہے۔37/11 میں طِیْنٍ لازِبٍ یعنی لازب طین کی صفت کے طور پر آیا ہے۔ پھر 23/12 میں سلالۃ من طین کے الفاظ آئے ہیں۔ جس کے معنی ہیں مٹی کا خلاصہ یا ست ۔ اب مٹی اور پانی میں جو کچھ بھی موجود ہے انسان کا نطفہ یا بیج اس کا ست ہے خلاصہ ہے۔ اس لئے نفس واحدہ جو ہر ارضی کی نوع واحدہ ہے۔ جس سے مراد تمام انسانوں کی پیدائش اس زمین کے خلاصے کے ایک ہی قسم کے بیج سے ہے۔ لہٰذا تکریم کے لحاظ سے اس کی نسل ایک ہی ہے۔ ذاتیں، پیشے اور رنگ اور حسب و نسب تکریم کے معیار نہیں ہیں۔ اسلئے قرآن نے اللہ کی فرمانبرداری یعنی تقوے کو تکریم (49/13) کا معیار قرار دیا ہے۔ نفس کی صفت واحدہ ہے۔ انسان کی جان پیدائش کے اعتبار سے ایک ہی قسم کے بیج سے ہوئی۔ لہٰذا اس کا خاندان بیج کے اعتبار سے ایک ہے۔ اس لئے اسلام میں داخل ہونے

کے بعد تمام مومن ایک خاندان (49/10) ہوتے ہیں۔ اللہ نے انسانوں کو ایک اُمت قرار دیا ہے لہٰذا انسانوں میں تفریق رنگ نسل اور مذہب کی بنیاد پر خود ساختہ ہے۔ لہٰذا انسانوں کو قرآنی نظریہ کے مطابق ایک کتابُ اللہ کے ذریعے (2/213) اللہ کا عبد بن کر ایک خاندان بنانے کیلئے انبیاء کا اللہ کی طرف سے انتخاب ہوا تھا۔ قرآن کا یہی پیغام ہے کہ تمام انسان اللہ کی حکمرانی تسلیم کر کے ایک خاندان بن سکتے ہیں۔ ورنہ انسانوں میں تفرقہ کی بنیاد پر جنگ وجدل اور خون خرابہ ہوتا رہے گا۔ مٹی کی نسبت سے گھٹیا، کمتر انسان کے لئے بھی یہ طین (28/38) کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ 43/52 میں مھین کا لفظ طین کا مترادف ہے۔

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ۭ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ ترجمہ: فرمایا اِن میں سے نکل جاؤ۔ ان میں رہ کر تیرے لئے تکبر کرنا جائز نہیں ہے۔ پس تُو نکل جا یقیناً تو ذلیلوں میں سے ہے۔ 13 ابلیس کی زبانِ حال نے کہا مجھے قیامت تک مہلت دے دو۔ 14 فرمایا بے شک تُو مہلت دیئے گئیوں میں سے ہے۔ 15 اُس نے زبانِ حال سے کہا پس آپ نے مجھے جس کی وجہ سے گمراہ بنایا ہے تو میں ان کو تیری سیدھی راہ سے گمراہ کرنے گھات میں بیٹھوں گا۔ 16 پھر میں اِن کے پاس آؤں گا اِن کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے اور آپ اِن کی اکثریت ماننے والی نہیں پاؤ گے۔ 17

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۭ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ ترجمہ: فرمایا تُو اِن میں سے ذلیل دھتکارا ہوا نکل جا۔ پس جو بھی اِن میں سے تیری اتباع کرے گا۔ یقیناً میں تم سب نافرمانوں سے جہنم بھر دوں گا۔ 18 اور اے فرمانبردار انسان! تُو اپنی فرماں بردار جماعت کے ساتھ جنت میں رہ۔ اور پھر کھاؤ جس حیثیت سے تم مشیّت بناتے ہو۔ اور اس شجرِ ممنوعہ (منکرات) کے قریب نہ جانا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ 19 پس خواہش (7/176) نے اِن کو پھسلا دیا تاکہ وہ شروع کرا دے اُن سے وہ بُرائیاں جن سے اُن کو دور رکھا گیا تھا اور اُس نے کہا تمہارے رب نے تمہیں اِس شجرِ ممنوعہ سے نہیں روکا مگر اس لئے کہ تم بادشاہ بن جاؤ گے اور ہمیشہ رہنے والے ہو جاؤ گے۔ 20

يُبْدِيَ 7/20۔ سہ حرفی مادہ ب د و ہے جس کے معنی ظاہر ہونے کے، شروع ہونے کے ہیں اَبْدَی يُبْدِيَ بابِ افعال سے ہے جس کے معنی ظاہر کرنے کے اور شروع کرنے کے ہیں۔ ابتدا بھی اسی مادہ سے ہے۔

مَا وٗرِیَ 7/20۔ مَا موصولہ ہے وُرِیَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ و، ر، ی سہ حرفی مادہ ہے جس کے معنی پس پشت ڈالنا، چھپانا، دور کرنا اور دفع کرنے کے ہوتے ہیں۔

وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ

عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ط وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۲﴾ ترجمہ: اور اُس نے انہیں حلفاً کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ 21 پس اُس نے دھوکے کیساتھ اُن کو آمادہ کرلیا پس جب انہوں نے منکرات پر عمل کیا پس اُن کیلئے اُن کی بُرائیوں کی شروعات ہوگئیں اور انہوں نے جنت کے قانون کیخلاف اپنے اوپر احکام لاگو کر لئے اور اُن کے رب نے بذریعہ وحی آواز دی کہ کیا میں نے تمہیں منکرات کے قریب جانے سے روکا نہیں تھا اور کیا میں نے نہیں کہا تھا۔ یقیناً یہ خواہش (7/176) تمہاری کھلی دشمن ہے۔ 22

سَوْاٰتِھِمَا 7/22۔ مرکب اضافی ہے ھِمَا ضمیر تثنیہ غائب کی ہے۔ سَوْاٰتِ، سَوْاَۃ کی جمع ہے۔ اس کے معنی بُرائی، فاحشہ حرکت، بُری عادت اور شرم گاہ کے ہوتے ہیں۔

وَرَقِ الْجَنَّۃِ 7/22۔ مرکب اضافی ہے۔ ورق درخت کا پتہ، سکہ روپیہ اور کتاب کا ورق بھی ہوتا ہے۔ ورق کی جمع اوراق ہے۔ اگر جنت کے پتوں کی بات ہوتی تو جمع کا صیغہ استعمال ہوتا۔ یہاں صیغہ واحد اس بات کی طرف راہنمائی کر رہا ہے کہ جو اللہ نے حکم دیا تھا کہ اس شجرہ کے قریب نہ جانا۔ آدم اور اُس کی جماعت نے جنت کے اس ورق یعنی قانون کے خلاف کام کیا ہے۔ ثابت یہی ہے کہ ورق سے یہاں مراد اللہ کا حکم، قانون اور وہ نوٹس تھا جس کی پابندی آدم کے لئے فرض تھی جس کی اُس نے خلاف ورزی کی اور اب بھی یہ انسان اللہ کے نازل کردہ ورق کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ اب جنت کا ورق قرآن کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے۔ قرآن کے علاوہ قوانین جو اسکے اپنے خودساختہ ہیں۔ اپنے اوپر لاگو کر کے یہ انسان ایک دوسرے کا گلہ کاٹ رہا ہے۔ اور جنتِ ارضی کو جہنمی زندگی میں بدل دیا ہے۔ اور آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کا مستحق ہوگیا ہے۔

يَخْصِفٰنِ 7/22۔ تثنیہ غائب کا صیغہ ہے۔ سہ حرفی مادہ خ ص ف کے معنی لاگو کرنے اور چپکانے کے ہیں۔

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتة وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ج وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَ فِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾ يٰبَنِىْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِىْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ط وَلِبَاسُ التَّقْوٰى لا ذٰلِكَ خَيْرٌ ط ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾ يٰبَنِىْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ط اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ط اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾ ترجمہ: ہدایت کے متلاشی انسانوں نے دعا کی اے ہمارے رب! ہم اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے ہیں۔ اگر تُو نے ہماری اصلاح نہ کی اور تُو نے ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ 23 فرمایا جاؤ تمہارے بعض بعض کے دشمن ہوں گے اور تمہارے لئے زمین میں ایک وقت تک ٹھکانہ ہے اور فائدہ ہے۔ 24 فرمایا اسی میں زندہ رہو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی میں سے دوبارہ تم کو زندہ کیا جائے گا۔ 25 اے بنی نوع انسان! ہم نے تمہارے لئے لباس نازل کیا ہے جو تمہاری بُرائیوں کو دور کرتا ہے اور یہ ایک خوب صورت تعلیم ہے یعنی یہ تقوے کا لباس ہے۔ یہ بہت ہی بہتر ہے۔ یہ اللہ کی آیات ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ 26 اے بنی نوع انسان یہ خواہش تمہیں (7/176) پھسلائے گی اُسی طرح جیسے اُس نے تمہارے والدین کو جنتی کیفیت سے نکال دیا تھا۔ اِس نے اُن سے

وحی کے احکام چھین لئے تھے۔تا کہ وہ اُن کو اُن کی بُرائیاں سکھا دے۔ یقیناً وہ اور اُس کا قبیلہ جس حیثیت سے وہ تم کو بُرائیاں سکھاتے ہیں تم اُن کو نہیں سمجھتے۔ یقیناً ہم نے خواہشات سے دوستی کرتے پایا ہے اُن کو جو قرآن کو نہیں مانتے۔27

4☆سورۃ الحجر آیت نمبر 26 تا 43: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۚ﴿۲۶﴾ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّی خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَةُ کُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰٓی اَنْ یَّکُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَالَکَ اَلَّا تَکُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ اَکُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾

ترجمہ: اور یقیناً ہم نے انسان کو گلے سڑے گارے سے جو سوکھ کر کھنکھنا تا ہے(38/71) اُس سے پیدا کیا ہے۔26 اور جآنّ کو ہم نے اس کے برعکس شدید حرارت دینے والی آگ سے پیدا کیا ہے۔27 اور یاد کر جب تیرے رب نے ملائکہ سے کہا کہ میں گلے سڑے گارے کی کھنکھناتی مٹّی سے بشر پیدا کرنیوالا ہوں(32/7.38/72)۔28 پس جب میں نے اُسے مکمل بنا یا تو کائنات میں اُس کے بارے اپنا حکم جاری کیا(32/9)۔ پس اِس کے فرماں بردار بن جاؤ۔29 پس سب کائناتی قوتیں فرماں بردار ہوگئیں۔30 مگر ابلیس، اُس نے فرماں برداروں کا ساتھ دینے سے انکار کیا۔31(38/73,2/34,) پوچھا اے ابلیس! تجھے کیا ہوا ہے کہ تو فرماں برداری کرنے والوں کے ساتھ نہیں ہے۔32 اُس نے زبانِ حال سے کہا کہ میں بشر کی فرماں برداری کرنے والا نہیں جس کو تُو نے گلے سڑے گارے کی کھنکھناتی مٹّی سے پیدا کیا ہے۔33

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّکَ رَجِیْمٌ ۙ﴿۳۴﴾ وَّاِنَّ عَلَیْکَ اللَّعْنَةَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ۙ﴿۳۷﴾ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۙ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۴۰﴾ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ ﴿۴۱﴾ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۴۳﴾ ترجمہ: حکم دیا پھر تو اِن میں سے نکل جا بے شک تو مردود ہے۔34 اور بے شک تجھ پر لعنت ہے یوم الدین تک 35 اُس نے زبانِ حال سے عرض کی اے میرے رب! مجھے اُٹھائے جانیوالے دن تک مہلت دی جائے۔36 حکم ہوا پس یقیناً تو مہلت دیئے گئیوں میں سے ہے۔37 جو معلوم شدہ وقت کے دن تک ہے۔38 اُس نے کہا اے رب! اس وجہ سے کہ تُو نے مجھے گمراہ قرار دیا ہے تو میں اِن کے لئے پست زندگی مزین کردوں گا اور سب کو گمراہ کروں گا۔39 مگر ان میں سے تیرے مخلص بندوں کو گمراہ نہیں کرسکوں گا۔40 فرمایا یہ قرآن ہی میرے حکم کے مطابق استقامت والا راستہ ہے۔41 یقیناً میرے غلام ہیں جن پر تیرا غلبہ نہیں ہے مگر جو تیری اتباع کرے گا وہ گمراہوں میں سے ہوگا۔42 اور یقیناً اِن سب گمراہوں کی وعدہ گاہ جہنم ہی ہے۔43

5☆سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 61 تا 65 وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِیْنًا ۚ﴿۶۱﴾ قَالَ اَرَءَیْتَکَ هٰذَا الَّذِیْ کَرَّمْتَ عَلَیَّ ز لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَاَحْتَنِکَنَّ ذُرِّیَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَکَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُکُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِکَ

وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ۝ ترجمہ: اور جب ہم نے ملائکہ کو حکم دیا، انسان کے فرماں بردار بنو۔ پس سوائے ابلیس کے سب فرمانبردار بنے۔ اس نے کہا۔ کیا میں اس کا فرماں بردار بنوں جس کو آپ نے مٹی سے پیدا کیا۔ 61 کہنے لگا مجھے بتاؤ تو سہی یہ انسان جس کو مجھ پر فضیلت دی ہے یقیناً اگر آپ مجھے قیامت تک مہلت دیں تو میں اس کی نسل کو اپنا ہم خیال بنالوں گا مگر تھوڑے بچ جائیں گے۔ 62 اللہ نے فرمایا جاؤ یہ کام کرو۔ پس جوان میں سے تیری اتباع کرے گا۔ پھر یقیناً تمہاری سزا جہنم ہے یہ سزا بھرپور ہے۔ 63 اور تُو ان کو اپنی غیر قرآنی دعوت سے بہکا جس کو تُو بہکا سکتا ہے اور ان پر اپنے خیالات اور اپنی شان وشوکت سے غلبہ حاصل کر۔ مال اور اولاد میں ان کا شریک بن جا اور ان کو وعدے دیتا رہ۔ شیطان ان کو سوائے دھوکے کے کوئی وعدہ نہیں دیتا۔ 64 یقیناً میرے غلام ایسے ہیں جن پر تیرا کوئی زور نہیں ہے۔ اور تیرا رب ہی کارساز کافی ہے۔ 65

لَاَحْتَنِكَنَّ 17/62۔ اس کا بنیادی سہ حرفی مادہ ح ن ک ہے جس کے معنی سمجھنا کے ہوتے ہیں۔ جانور کو لگام دینے کے بھی ہیں اَحْتَنِكَ کے معنی سمجھانے کے ہیں۔ بچے کو مہذب بنانے اور تجربہ کار بنانے کے ہیں۔ اپنی رائے کو پختہ کرنے کے ہیں۔ لامِ تاکید نونِ ثقیلہ کے ساتھ ہے تو معنی ہوں گے۔ میں اپنا ہم رائے بنالوں گا۔ شیطان کا کہنا ہے کہ میں ان کو اپنا پروگرام سمجھا دوں گا۔ ان کو اپنی غیر قرآنی تہذیب اور اپنا ابلیسی تجربہ سکھا دوں گا۔ ان سب کو اپنا ہم خیال بنالوں گا۔

6☆ سورۃ طٰہٰ آیت نمبر 115 تا 124

لَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ۝ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ۝ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ۝ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ۝ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ۝ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ۝ ترجمہ: اور یقیناً ہم نے اس قرآن سے پہلے بھی انسان سے عہد لیا تھا پس وہ بھول گیا اور ہم نے اس انسان کو کوئی عزم والا نہیں پایا۔ 115 اور جب ہم نے ملائکہ سے کہا کہ انسان کے فرماں بردار بن جاؤ پس سوائے ابلیس کے سب فرماں بردار بن گئے۔ اسی نے انکار کیا۔ 116 پس ہم نے بذریعہ وحی کہا اے انسان! بے شک یہ تیرا اور تیری جماعت کا دشمن ہے پس تم کو وہ جنتی کیفیت سے ضرور نکال دیگا پھر تو شقی بدبخت ہوجائے گا۔ 117 بے شک تو اس جنتِ ارضی میں نہ بھوکا رہے گا اور نہ ننگا رہے گا۔ 118 اور یقیناً نہ اس میں پیاسا رہے اور نہ دھوپ میں رہے گا۔ 119 پس اس کو خواہشِ نفس 7/176 نے وسوسہ ڈالا۔ کہا اے انسان! کیا میں تجھے ابدی زندگی دینے والے شجرہ کے بارے بتاتا ہوں اور یہ ایسی سلطنت دینے والا شجرہ ہے جسے زوال نہ ہوگا۔ 120

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؗ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۝ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ۝ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا ۢ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ۝ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝

ترجمہ: پس انہوں نے شجرِ ممنوعہ کو کھایا پس اُن کے سامنے اُن کی برائیوں کی ابتدا ہوگئی اور انہوں نے اپنے اوپر جنتی قانون

کے خلاف لاگوکیااس طرح انسان نے اپنے رب کی نافرمانی کی پس وہ گمراہ ہوگیا۔ 121 پھراس کے رب نے اس کو چنا پھراس پر مہربانی کی اور ہدایت دی۔ 122 حکم دیا تم اس میں جماعت بن کر رہو بعض تمہارے بعض کے دشمن ہونگے۔ پس تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے گی تو جو میری ہدایت کی اتباع کرے گا پس نہ وہ گمراہ اور نہ بدبخت ہوگا۔ 123 اور جو میرے ذکر سے اعراض کرے گا پس یقیناً اُس کا طرز زندگی تنگ ہے (28/58) اور قیامت کے دن ہم اسے اندھیرے میں اٹھائیں گے (17/72 یعنی جنت سے محروم کر دیں گے)۔ 124

7☆سورة صٓ آیت نمبر 71 تا 85

اِذۡ قَالَ رَبُّکَ لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیۡ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنۡ طِیۡنٍ ﴿۷۱﴾ فَاِذَا سَوَّیۡتُہٗ وَ نَفَخۡتُ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ فَقَعُوۡا لَہٗ سٰجِدِیۡنَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ کُلُّہُمۡ اَجۡمَعُوۡنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ ؕ اِسۡتَکۡبَرَ وَ کَانَ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ یٰۤاِبۡلِیۡسُ مَا مَنَعَکَ اَنۡ تَسۡجُدَ لِمَا خَلَقۡتُ بِیَدَیَّ ؕ اَسۡتَکۡبَرۡتَ اَمۡ کُنۡتَ مِنَ الۡعَالِیۡنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡہُ ؕ خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍ وَّ خَلَقۡتَہٗ مِنۡ طِیۡنٍ ﴿۷۶﴾ ترجمہ: جب تیرے رب نے ملائکہ سے کہا۔ یقیناً میں چپکتے گارے (15/267/12,23/12,37/11,) سے ایک بشر کو پیدا کرنے والا ہوں (2/30)۔ 71 پس جب میں اُسے مکمل کر دوں اور اُس کے بارے اپنا حکم جاری کروں (32/9)۔ پھر تم اُس کیلئے فرماں بردار بن جاؤ۔ 72 ملائکہ اس حال میں ہیں کہ وہ سب فرماں بردار ہیں۔ 73 مگر ابلیس ایسا نہیں۔ پس اُس نے تکبر کیا اور وہ انکار کرنیوالوں میں سے ہے۔ 74 فرمایا اے ابلیس! تجھے اُس کی فرمانبرداری سے کس نے روکا ہے جسے میں نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے۔ تُو نے تکبر کیا یا عالی مرتبت ہوگیا ہے۔ 75 اُس نے زبانِ حال سے کہا۔ میں اس سے بہتر ہوں۔ آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اُسے آپ نے پست مٹی سے پیدا کیا ہے۔ 76

قَالَ فَاخۡرُجۡ مِنۡہَا فَاِنَّکَ رَجِیۡمٌ ﴿ۚ۷۷﴾ وَّ اِنَّ عَلَیۡکَ لَعۡنَتِیۡۤ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ ﴿۷۸﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنۡظِرۡنِیۡۤ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَاِنَّکَ مِنَ الۡمُنۡظَرِیۡنَ ﴿ۙ۸۰﴾ اِلٰی یَوۡمِ الۡوَقۡتِ الۡمَعۡلُوۡمِ ﴿۸۱﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِکَ لَاُغۡوِیَنَّہُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿ۙ۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَکَ مِنۡہُمُ الۡمُخۡلَصِیۡنَ ﴿۸۳﴾ قَالَ فَالۡحَقُّ ۫ وَ الۡحَقَّ اَقُوۡلُ ﴿ۚ۸۴﴾ لَاَمۡلَـَٔنَّ جَہَنَّمَ مِنۡکَ وَ مِمَّنۡ تَبِعَکَ مِنۡہُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۸۵﴾ ترجمہ: فرمایا پس تُو اِن میں سے نکل جا۔ بے شک تُو مردود ہے۔ 77 اور بے شک تیرے اوپر یوم الدین تک میری لعنت ہے۔ 78 اُس نے بزبانِ حال کہا۔ اے میرے رب! مجھے اُٹھائے جانیوالے دن تک مہلت دے۔ 79 فرمایا۔ پس بے شک تُو مہلت دیئے گئیوں میں سے ہے۔ 80 معلوم شدہ وقت کے دن تک۔ 81 اُس نے عرض کی۔ سو تیری عزت کی قسم ہے میں اِن سب کو بہکاؤں گا۔ 82 مگر اِن میں سے تیرے خالص بندے بچ جائیں گے۔ 83 پس اللہ نے فرمایا۔ یہی سچ ہے اور میں سچ ہی کہتا ہوں۔ 84 میں تجھ سے اور جو تیری اتباع کرے۔ اِن سب سے جہنم بھر دونگا۔ 85

آدم اور ابلیس کے قصّے میں انسان کا تعارف یعنی اُس کی پہچان ہے۔ وہ کن متضاد قوتوں کا مجموعہ ہے۔ اُس کا مقصدِ زندگی کہ اُس نے کس کا حکم ماننا اور کس کا انکار کرنا ہے۔ تمثیلی انداز اور مکالمہ حالی ہے۔ ہم نے شرح صدر سے آپ کے سامنے پیش کر دیا اگر اس موقف کا انکار ہے تو مندرجہ ذیل سوالوں کا جواب دلیل و برہان سے دینا ضروری ہے جو ہمارے پاس نہیں ہے۔ غیر علمی اور جاہلانہ جواب سے ہم مطمئن نہیں آپ سے موءدبانہ معذرت ہے۔

آدم کے روایتی داستان پراُٹھنے والے چند سوالات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ کیا ابلیس یعنی شیطان بھی اللہ کی طرح کوئی ایسی قوت ہے جو ہر جگہ حاضر و ناضر ہے؟

۲۔کیا شیطان بھی اللہ کی طرح اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ہے۔نہ اُس کو موت اور نہ اُس کو اُونگھ ہے؟

۳۔روایتی ترجموں میں ہےشیطان کےقدموں کی اتباع نہ کرو ۔شیطان کے قدموں سے کیا مرادہے؟

۴۔اللہ نے باطل پیدا نہیں کیا ۔ شیطان کس نے پیدا کیا ؟

۵۔شیطان اَبٰی وَ اسْتَکْبَرَ کا مرکب ہے۔دنیا کا کوئی انسان بتاؤ جس میں یہ دونوں کردار نہ ہوں۔

۶۔ آدم کے لئےسجدہ ملائکہ نے کرنا ہے۔ شیطان ملائکہ میں سے نہیں تو اُس کو نافرمانی پرسزا کیوں؟

۷۔روایتی ترجموں میں اللہ نےآدم علیہ سلام کو اسماء سکھائے اور ملائکہ کو بن سکھائے امتحان میں ڈال دیا۔کیا یہ عدل کے خلاف نہیں؟ پھرآدم علیہ سلا م بھول گیا،نافرمانی کی اور گمراہ ہو گیا یہ تضاد ہے۔قرآنی شہادت کےمطابق اللہ کا نبی گمراہ نہیں ہوتا ۔آدم علیہ سلام کیسا نبی تھا جو نبی بننے کے بعد گمراہ ہو گیا۔

۸۔آدم واحد ہے پھر اس کے لئے قرآن میں جمع کے صیغے کیوں استعمال ہوئے ہیں؟

۹۔جب آدم کا مسکن جنت قرار پایا اور شیطان کوحکم دیا کہ وہ وہاں سے نکل جائے تووہ اللہ کی نگرانی کے باوجود وہ آدم کو گمراہ کرنے کے لئے جنت میں کیسے پہنچ گیا؟ ہٰذا شیءٌ عجیب۔

۱۰۔آدم کی روایتی پیدائش قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔حوّا کی پیدائش کا قصّہ قرآن میں کہاں ہے۔جب کہ 71/17 آیت میں انسانوں کو آغازِ پیدائش میں اللہ نے نباتات کی طرح اُگایا ہے۔

۱۱۔جس شجرۃ کے قریب جانے سے اللہ منع کرے۔کیا نبی اس کی خلاف ورزی کرسکتا ہے؟

۱۲۔کیا جو شجرۃ جنت میں حرام قرار دیا وہی شجرۃ دنیا میں حلال ہو سکتا ہے۔

۱۳۔آدم علیہ سلام کو ملائکہ نے سجدہ کیا توآدم نبی کا تصوّر پیدا ہو گیا۔سورۃ الحجر میں انسان اور بشر کو بھی ملائکہ کا سجدہ ثابت ہے تو پھر بشر علیہ سلام اور انسان علیہ سلام بھی نبی ہونے چاہیے۔

۱۴۔اگر انسان ایک آدم کی اولاد ہیں تو انسانوں کے رنگ اور بولیا ں مختلف کیوں ہیں۔کیوں کہ مادری زبان تو جہاں بھی انسان چلا جائے نہیں بھولتا اور نسلی رنگ پر آب و ہوا کے اثرات بھی مرتب نہیں ہوتے۔امریکہ میں صدیوں سے انگریزوں کے رنگ اور بولی میں تبدیلی نہیں آئی ۔